شوال المکرم ۱۴۴۳ھ MAY 2022

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور





دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۸ شمارہ نمبر ۱

شوال ۱۴۴۳ھ مئی ۲۰۲۲ء

زر تعاون

فی شمارہ ـــــــ ۳۰/روپے

سالانہ زر تعاون ـــــــ ۳۰۰/روپے

بیرون ملک سالانہ ـــــــ ۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE

SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA

Ph: 0132-2655542

Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کردیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

ملک کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے لائحۂ عمل

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

بھارتی دارالحکومت نئی دہلی میں گذشتہ دنوں ہندو مذہبی رہنماؤں کی ہونے والی ایک پنچایت میں ہندوؤں سے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کا فرمان جاری کیا گیا۔

واضح رہے کہ چند ماہ قبل ہری دوار میں بھی اسی طرح کی ایک پنچایت میں مسلمانوں کی نسل کشی کرنے کا نعرہ لگایا گیا تھا اور جس مذہبی رہنما، یتی نرسنگھانند سرسوتی، نے دہلی کی گذشتہ روز کی پنچایت میں مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی بات کہی، وہ بھی اس پنچایت میں موجود تھے۔ وہ فی الوقت ضمانت پر ہیں۔

اس پنچایت میں غازی آباد مندر کے پجاری کا مزید کہنا تھا، ''اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہندو اور مسلمان آپس میں نہ لڑیں، تو آپ کو فلم کشمیر فائلز دیکھنی چاہیے، جس طرح کشمیر کے لوگوں کو اپنی زمین، اپنی بیٹیاں اور اپنی جائیدادیں پیچھے چھوڑنی پڑیں، اسی طرح آپ کو بھی بچ کر بحر ہند میں ڈوبنا پڑے گا۔ آپ کے پاس یہی واحد متبادل ہے''۔

ریاست مہاراشٹر کی ایک سخت گیر سیاسی جماعت مہاراشٹر نونرمان سینا کے سربراہ راج ٹھاکرے نے دھمکی دی ہے کہ اگر حکومت نے مساجد کے لاؤڈ اسپیکر ہٹانے کا جلد ہی کوئی بندوبست نہ کیا تو پھر ان کے کارکنان مساجد کے سامنے ہنومان چالیسا بجائیں گے۔

راج ٹھاکرے نے نریندر مودی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ممبئی میں واقع مدارس پر چھاپے کی کارروائی کرے۔ انہوں نے کہا، ان مقامات پر پاکستانی حامی رہتے ہیں۔ ممبئی پولیس کو بھی معلوم ہے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ ہمارے ارکان اسمبلی انہیں ووٹ بینک کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔

بھارت میں ۲۰۱۴ء میں نریندر مودی کی حکومت آنے کے بعد سے اقلیتوں، خاص طور پر مسلم برادری، کے

خلاف اس طرح کے نفرت انگیز بیانات میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ آئے دن بھارت میں ان پر حملے بھی ہوتے رہتے ہیں اور بیشتر واقعات میں ملزمان فوری طور پر ضمانت پر رہا ہو کر باہر آجاتے ہیں۔

اس وقت پورے ملک میں اقلیتوں کے ساتھ تشدد کے واقعات کی مسلسل خبریں آرہی ہیں، مشتعل بھیڑ بغیر کسی سبب کے اچانک کسی مسلمان پر حملہ آور ہوتی ہے اور پیٹ پیٹ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے یا اسے ہلکان کرکے چھوڑتی ہے، اور اب ہندوستانی آئین وقانون کی دھجیاں اڑانے والے، مخصوص ذہنیت رکھنے والے جنونی افراد کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اس طرح کے تشدد کے واقعات ان کے ہاتھ کا کھیل بن کر رہ گئے ہیں، اور اب تو معاملہ شخصی طور سے اوپر ہو کر مسلمانوں کے عبادت خانوں اور مساجد و دیگر شعائر اسلام کی بے حرمتی تک پہونچ چکا ہے، ملک کے امن امان کو خراب کرنے والوں پر حکومت اور اقتدار کے حامل افراد کوئی کارروائی کرنے اور انھیں ملک دشمنی کی ان وارداتوں سے روکنے کے بجائے صرف تماشائی بن کر اس کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کررہے ہیں۔

مشہور اسلامی اسکالر مولانا عبدالحمید نعمانی موجودہ حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> اگر ملک کے حالات کا سنجیدگی سے جائزہ لیا جائے تو صاف صاف دکھائی دیتا ہے کہ وہ شدت پسندی اور زور زبردستی کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے، اس مہم میں شامل افراد بڑی عجلت میں ہیں کہ ملک اور سماج کو اپنے طرز حیات کے رنگ اور پسند کے مطابق بدل دیا جائے گرچہ اس کے لیے سرگرمیاں ماضی بعید وقریب سے جاری ہیں، تاہم گزشتہ کچھ برسوں سے ان میں خاص طور سے اضافہ اور تیزی آئی ہے، اس میں اقتدار کی تبدیلی کا خاصاً دخل ہے، سماج کے ناپسندیدہ فسادی عناصر کو لگتا ہے کہ موجودہ اقتدار کی طاقت ہمارے ساتھ ہے، اس سلسلے میں سنگھ اور دیگر ہندوتووادی طاقتیں اور تنظیمیں اور ان کے نظریات واعمال سے متاثر حکومت جس کشادگی، توسع، اور آزادی کا دعوی کرتی ہے، اس کا عمل پوری طرح اس کی تردید وتکذیب کرتا ہے، فسادی عناصر سماج کو یہ پیغام دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ آئین وقانون اور ملک کی عدالتیں ہمارے لیے کوئی زیادہ قابل توجہ ومانع نہیں ہیں۔

یہ صورت حال بہت ہی تشویش ناک ہے، اگر اس صورت حال کو بدلنے کی سنجیدہ کوشش نہیں ہوئی تو سماج انارکی اور لاقانونیت کا شکار ہوجائے گا، اور ہر کمیونٹی اور فرد کا عمل ہی قانون بن جائے گا، ایسی حالت میں حکومت انتظامیہ، عدلیہ، کا وجود وعدم وجود برابر ہوجائے گا، لہٰذا ایسی صورت حال کو کوئی بھی مہذب معاشرہ قبول نہیں کرسکتا ہے، یہ تاثر عام ہے کہ مرکزی وریاستی حکومتیں مسلمانوں ودیگر اقلیتوں کے خلاف بڑھتی نفرت کو روکنے میں ناکام ہیں،

مجرموں میں قانون کا کوئی ڈر نہیں رہ گیا ہے، اس تاثر کو اقتدار کے عملی رویے سے تقویت ملتی ہے، زبانی مذمت، صرف خانہ پُری اور بوقت ضرورت اپنے عمل ورویہ کو جواز فراہم کرنے کے لیے ہے۔

ہندوستان کی موجودہ سماجی ومعاشرتی فضا ایسی بنائی جارہی ہے جس میں مذہبی منافرت کو پروان چڑھایا جارہا ہے، ملک کے ایک طبقہ کے مذہبی وآئینی حقوق پر ڈاکہ زنی ہورہی ہے، حکومت واقتدار کے زور پر سراسر آئینی حقوق کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں۔

اسلام کی فطری تعلیمات ایسے حالات میں یہی ہیں کہ تمہارے مذہب اور تمہارے مذہبی شعائر سے پُرخاش و عداوت رکھنے والے جو لوگ ہیں ان کی غلط فہمیاں دور کی جائیں، اسلامی تعلیمات سے ان کو روشناس کیا جائے، ان کو کھول کر بتایا جائے کہ اسلام رحمت ورافت کا پیغامبر ہے، اس کی تعلیمات میں پوری انسانیت کے لئے امن و عافیت ہے، اسلام کسی خاص گروہ اور جماعت کے لئے رہبری ورہنمائی نہیں کرتا ہے بلکہ اس کے دامن عافیت میں پوری انسانیت کو سکون ملے گا۔

آج جو یہ حالات پیدا ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں اس میں بہت بڑا دخل اس بات کا ہے کہ اسلام کی صحیح اور سچی تعبیر وتشریح دیگر برادران وطن کے سامنے ہم مسلمان نہیں کرپارہے ہیں اور اس کی کوشش بھی نہیں ہورہی ہے، اگر اس جانب اقدام کیا جائے، اور اس وقت اسلام کی تبلیغ واشاعت کے عنوان سے اس کو فریضہ کے طور پر اپنایا جائے تو یقین ہے کہ برادران وطن کی بہت ساری غلط فہمیاں دور ہونگی اور ان کی عداوت ودشمنی میں کمی ہوگی۔

اس سلسلہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاںؒ ندوی کا یہ پیغام بڑی روشنی فراہم کرتا ہے:

> مسلمانانِ ہند کی ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اپنے ماحول کو (جس کی بڑی تعداد نہ صرف ان سے مذہبی اختلاف رکھتی ہے بلکہ بہت سے تاریخی اور سیاسی اسباب کی بنا پر بدگمانی اور خوف میں مبتلا ہے) اپنے سے نامانوس اور اپنے دین کے اصولوں اور بنیادوں، اپنے دینی پیشوا کی سیرت اور اپنی تاریخ کی عظیم شخصیتوں سے روشناس کرنے، انھوں نے اس ملک ومعاشرہ کو جو تحائف دیئے اس سے واقف کرانے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی، غیر مسلم بھائیوں نے مسلمانوں کو سیاسی میدان میں دیکھا یا انتخابی معرکہ (الیکشن) کے موقع پر یا بازاروں، دفتروں میں، اور وہاں ان کو کوئی بڑا امتیاز نظر نہیں آیا، عام طور پر غیر مسلم اسلام کی بنیادی تعلیمات تک سے ناواقف ہیں، وہ مسلمانوں سے متعلق اتنا جانتے ہیں کہ مسلمان ختنہ کراتا

ہے، گائے کا گوشت کھانا ضروری سمجھتا ہے اور کچھ بات ہوجائے تو اسے بڑی جلدی غصہ آجاتا ہے، مسجد کے سامنے دوسروں کا باجہ نہیں سن سکتا، چاہے خود بجائے، ہم ابھی تک انھیں اذان کا مطلب تک نہیں سمجھا سکے جو پانچوں وقت (اکثر جگہ لاؤڈ اسپیکر سے) ہوتی ہے، ہم نے اپنے ہم وطنوں کو اپنے سے مانوس اور اسلام سے متعارف نہیں کرایا، ایسا طرز زندگی ہم عمومی طور پر سامنے نہیں لائے جس میں کشش ہو اور جو اس دین اور اس انقلاب کے سرچشمہ سے واقفیت کا تجسس پیدا کرے، اپنے سے مانوس اور قریب کرنے کا عمل، اصول اور کردار کی کسی قربانی، اپنے کسی شعار اور امتیاز سے دست برداری، سیاسی سودے بازی اور ضمیر فروشی کے بغیر بھی ہوسکتا ہے، اس کیلئے صرف عملی نمونے، اخلاقی پختگی و بلندی، تھوڑے سے ایثار و قربانی، گہری اور عاقلانہ حب الوطنی، دانشمندانہ اور خوددارانہ اختلاط، سماجی و رفاہی کاموں میں نہ صرف شرکت بلکہ قائدانہ کردار ادا کرنے کی سعی اور اس ملک کو اخلاقی زوال سے بچانے کی مخلصانہ کوشش کی ضرورت ہے، ملک کو ان حالات سے صرف وہی ملت بچا سکتی ہے جو دولت کو مقصود حیات، اس زندگی ہی کو حقیقی زندگی، ذاتی مفاد ہی کو مقصود اصلی نہیں سمجھتی ہو اور جس کے پاس ہزار خرابیوں اور کمزوریوں کے باوجود آسمانی تعلیمات کا سرمایہ، نبوت کا فیض اور ایمان کی رمق موجود ہے۔

جب خدائی اصولوں پر بندۂ خدا کاربند اور عمل پیرا ہوجاتا ہے، اسلام کے تقاضوں کے مطابق اپنی شاہراہ حیات کو استوار کرتا ہے تو اللہ تعالی کی مدد شامل حال ہوتی ہے اور خدائے پاک کا ارشاد عالی ہے

اِنْ یَنْصُرْ کُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُ کُمْ مِنْ بَعْدِہٖ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں ہوسکے گا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا کون ہے جو مدد کرسکے تمہاری اس کے بعد، اور اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے مسلمانوں کو۔

لہٰذا اپنے تمام معاملات میں بندۂ مومن کو اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، مصیبتوں کی سخت آندھی ہو یا عیش و آرام کی پُر کیف بادِ بہاری، مسلسل یہ احساس ہونا چاہیئے کہ تمام قدرتوں اور طاقتوں کا جامع وہی ہے اگر اس کی مدد اور نصرت کو متوجہ کرلیا گیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہیں کرسکتی۔

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد عاقل (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے
سبھاش پرنٹنگ پریس نواب گنج چوک سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

درسِ قرآن

پانچ چیزوں کے بارے میں سوال

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری

استاذ حدیث وتفسیر مظاہر علوم سہارنپور

وَآتِ ذَاالْقُرْبیٰ حَقَّهٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَاتُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا٭ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَکَانَ الشَّیْطَانُ لِرَبِّهٖ کَفُوْرًا٭

اور قرابت دار کو اس کا حق دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور بے موقع مت اڑانا۔ بے شک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔(بیان القرآن)

تشریح:

آیت شریفہ میں اولاً رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے رشتہ دار، بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی خواہ کوئی بھی ہو۔ اور حق کا لفظ مالی، جانی سب کو عام ہے اگر ان کو مال کی ضرورت ہے تو مالی مدد کریں، جسمانی خدمت اور سہارے کی ضرورت ہے تو ان کا سہارا بنیں، ان کی خوشی، غم میں برابر کے شریک رہیں۔ ہمدردی وصلہ رحمی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں، تعظیم وتکریم، ادب وتہذیب کا ہمیشہ خیال رہے، دست تعاون تھوڑا اور وسیع کریں اور محتاج ومساکین، نادار، مسافر، دیسی، پردیسی بھی تمہاری داد ودہش، ہدایا، عطایا، حسن سلوک اور خبر گیری سے محروم نہ رہیں، اور چونکہ مال اللہ کی دی ہوئی نعمت اور بیش بہا دولت ہے تو اس کو بے موقع ومحل، فضولیات ولغویات میں خرچ نہ کریں کیونکہ یہ اللہ کی ناشکری ہے، شیطان نے خدا کی بخشی ہوئی قوت عقل ودولت کو اطاعت وفرماں برداری کے بجائے بے محل عصیان وطغیان، ضلال واضلال میں صرف کیا اور اللہ کی ناشکری کی تو اسی طرح فضول خرچی کرنے والا بھی اللہ کی دی ہوئی دولت کو بے ضرورت و بے جا طور پر غلط راستوں میں خرچ کرنے کی بنا پر شیطان کا ہم

مزاج اور اسکا بھائی ہے۔ (ومعنی کون الشیطان کفور الربه هو انه یستعمل بدنه فی المعاصی والافساد فی الارض والاضلال للناس وکذلک کل من رزقه الله تعالی مالا او جاها فصرفه الی غیر مرضاة الله تعالی کان کفور النعمته الله تعالیٰ)۔ (تفسیر کبیر ۷/۳۲۹)۔

اسراف وتبذیر کے معنی:

بے موقع یعنی گناہوں کی جگہ خرچ کرنا تبذیر ہے (التبذیر انفاق المال فی غیر موضعه۔ روح المعانی ۵/۶۳) جس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جس چیز میں خرچ کررہا ہے وہ بذات خود گناہ ہے جیسے زنا، شراب، جوا، سٹہ، لاٹری وغیرہ وغیرہ۔

(۲) جس چیز میں خرچ کررہا ہے وہ خود گناہ تو نہیں البتہ اس خرچ کرنے کا منشاء ومقصود گناہ ہے جیسے شہرت و تفاخر، ریاکاری کے طور پر خرچ کرنا اور اسراف اندازہ سے زیادہ خرچ کرنا یا بے محل خرچ کرنا۔ اور اندازہ سے اندازۂ شرعی یا اندازۂ عقلی معتبر ہے۔ نفسیاتی اور جذباتی اندازہ کا اعتبار نہیں (الاسراف هو مجاوزة الحد فتارة یکون بمجاوزة الحلال الی الحرام وتارة یکون بمجاوزة الحد فی الانفاق۔ تفسیر ماجدی ۲/۳۲ بحوالہ جصاص)۔

(۳) خرچ کے موقع ومحل سے ناواقف ہونے کا نام تبذیر ہے یعنی آدمی کو یہی پتہ نہ ہو کہ کہاں خرچ کرنا ہے اور کہاں نہیں، کس کو دینا ہے کس کو نہیں۔ اور اسراف مقدار سے ناواقف ہونے کا نام ہے یعنی آدمی کو یہی معلوم نہیں کہ کتنا خرچ کرنا ہے اور کتنا نہیں۔ (بیان القرآن ۶/۸۳)۔

(۴) بقول وہب بن منبہ کھانے، پینے، پہننے میں حلال وحرام کی تمیز اور اپنے، پرائے مال کا فرق نہ کرنا اسراف ہے۔ اور قدرِ ضرورت سے تجاوز کرنا تبذیر ہے (من السرف ان یکتسی الانسان ویاکل ویشرب ممالیس عنده۔ الدر المنثور ۴/۲۵۷)۔

اسراف کی مذمت:

عمرو بن شعیب اپنے باپ دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ، پیو، پہنو، دوسروں کو دو لیکن اسراف نہ ہونے پائے، کلوا واشربوا وتصدقوا والبسوا مالم یخالطه اسراف (ابن ماجہ ص ۲۵۷:)

(۲) عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو چاہو پہنو میں تم پر کوئی الزام نہیں رکھتا لیکن دو خصلتیں

بری ہیں ایک تو اسراف، دوسرے نمائش۔

کھانے میں زیادتی واسراف سے متعلق:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اس برتن سے زیادہ منحوس کوئی برتن نہیں جس کو بھرا ہوا پیٹ کہا جائے۔

خرچ سے متعلق سوال:

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: کہ قیامت کے دن (جب حساب کے لیے بارگاہ خداوندی میں پیشی ہوگی تو) آدمی کے پاؤں سرک نہ سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کا سوال نہ کرلیا جائے۔

۱- اس کی پوری زندگی اور عمر کے بارے میں کہ کن کاموں میں اس کو ختم کیا؟

۲- اس کی جوانی (اور خصوصیت سے جوانی کی قوتوں) کے بارے میں، کہ کن مشاغل میں جوانی اور اس کی قوتوں کو بوسیدہ اور پرانا کیا؟

۳- مال ودولت کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا؟

۴- یہ ہے کہ کہاں خرچ کیا؟

۵- یہ کہ جو کچھ معلوم تھا اس کے بارے میں کیا عمل کیا؟

پیغام:

مرغن ومغزیات کھانے والوں کو بھولے سے بھی کبھی ان لوگوں کا خیال نہیں آتا جن کو پیٹ بھر کر دو وقت کا کھانا نصیب نہیں، ڈنر کھانے والے ''اونچی سوسائٹی'' کے لوگوں کے دلوں میں فاقہ کش مزدور کی مجبوری کا گذر کہاں؟ کتنے لوگ ہیں کہ شراب کے پیک کے پیک چڑھا کر جن کی راتیں بسر ہوتی ہیں مگر ان کی جیب کسی غریب کو چائے کے دو روپے دینے کی اجازت نہیں دیتی، ہر دن نئی، زرق برق، بیش قیمت پوشاک زیب تن کرنے والوں کو فقیر کے پھٹے کرتے کا خیال کبھی نہیں آتا۔ بنگلوں، محلوں کو رنگ برنگے قمقموں، قندیلوں کی روشنی میں نہلانے والوں کا کسی بیوہ عورت کے مدھم چراغ کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا۔ قالین اور مخملی فرش پر چلنے والوں کو فٹ پاتھ پر سونے والوں کی لاچاری و بے بسی کا اندازہ کہاں؟ فخریہ

طور پر شادی محل اور پیلس میں تقریب منعقد کر کے ہزاروں خرچ کرنے والوں کو کسی جوان یتیم لڑکی کے ہاتھ پیلے کرنے کی طرف توجہ ہی کہاں؟ شادی کی تاریخ کے تعین سے حجلۂ عروسی تک، اور گھوڑے پر سوار دولہا کے ہر بڑھتے قدم اور ایک ایک لمحہ کی فوٹو گرافی پر خرچ کرنے والوں کو مسجد کی ٹوٹی چٹائیوں کی اب پرواہ کہاں؟

یہ اور اس طرح کے نامعلوم کتنے مواقع ہیں جہاں ملت کا سرمایہ فضول خرچ ہو رہا ہے، ضائع ہو رہا ہے اور کتنے مواقع اور پروگرام ایسے ہیں جہاں خرچ کرنا ضروری بھی تھا اور دارین میں سعادت کا سبب بھی، مگر وہ ابھی تک تشنۂ تکمیل ہیں اور بے ضمیر افراد کی عقل پر ماتم کناں۔

اسلام آدمی کو تو اس سے نہیں روکتا کہ وہ اپنے نفس کی آسائش پر بالکل خرچ نہ کرے، جائز حدود کے اندر اس کی اجازت ہے، البتہ مال سے متعلق دو چیزوں کا پابند کر دیا ہے

۱ – جو کچھ ملا ہے اس میں مالک اور بندوں کا حق پہچانے (وآت ذاالقربیٰ الآیہ)

۲ – برمحل اور بقدر ضرورت ہی خرچ کرے، بے محل اور بے ضرورت خرچ کرنے سے احتراز کرے (ولا تبذر)۔

حلال روزی کی کوشش پر اجر و ثواب:

ایمان، نماز، زکوۃ اور اسلام کے بنیادی ارکان کے بعد حلال روزی حاصل کرنے کی فکر اور کوشش بھی ایک اسلامی فریضہ ہے اور کسب حلال کی دین میں اتنی اہمیت ہے کہ اسے بھی فرض کا درجہ حاصل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حلال حاصل کرنے کی فکر و کوشش فرض کے بعد فریضہ ہے۔

”عن عبداللہ قال قال رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ“۔(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، رواہ الطبرانی ۱۰/رقم :۹۹۹۳)

اور اللہ کے مقرر کئے ہوئے کسی فریضہ کا ادا کرنا اس کی بندگی اور عبادت ہے اور بندہ اس پر اجر و ثواب کا مستحق ہے، تو کسب حلال کی فکر و کوشش اور اس میں مشغول ہونا بھی دین و عبادت اور اجر و ثواب کا باعث ہے۔

انوارِ حدیث

جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری

استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :من كانَ يُؤمِنُ بِاللهِ واليَومِ الآخِرِ وَ يَشْهَدُ أنِّي رَسولُ اللهِ فَلْيَسَعْه بيتُه و لِيَبْكِ على خَطِيئَتِهِ ،ومن كانَ يُؤمِنُ بِاللهِ واليَومِ الآخِرِ وَيَشْهَدُ أنِّي رَسولُ اللهِ فَلْيَقُل خيراً لِيَغْنَمَ أو لِيَسكُتْ عن شرٍّ فَيَسْلَمَ

(رواه الطبراني في المعجم الكبير ۸/ ۱۶۸، وقال الهيثمي في المجمع ۱۰/ ۲۹۹، وفيه عفير بن معدان وهو ضعيف)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو چاہئے کہ اس کے لئے اس کا گھر فراخ اور کافی ہو جائے، اور وہ اپنے گناہ پر روئے، اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو اسے چاہئے کہ بھلی بات بولے تاکہ فائدہ اٹھائے یا بری بات سے چپ رہے کہ محفوظ ہو جائے۔

نجات کے تین اہم سبب

اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے اندر شر اور فتنے سے حفاظت اور آخرت میں نجات کی خاطر تین اہم سبب ذکر فرمائے ہیں:

۱۔گھر کو لازم پکڑنا ۲۔اپنے گناہوں پر نادم ہو کر رونا ۳۔ زبان پر قابو رکھنا

یہی مضمونِ حدیث ایک دوسری روایت میں بھی وارد ہوا ہے:

عن أبي أمامة عن عقبة بن عامر قال :قلت يا رسول الله ما النجاةُ؟ قال :اَمْلِكْ عَلَيكَ لِسَانَكَ ولِيَسَعْكَ بيتُكَ وَابْكِ على خطيئتِكَ

(رواه الترمذي في الزهد ۲/ ۶۲، وقال: حديث حسن)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نجات (کا سبب) کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھو، تمہارا گھر تمہارے لئے کشادہ اور فراخ ہوجائے (یعنی گھر کو لازم پکڑو) اور اپنے گناہ پر رویا کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اہم باتوں کے ذکر سے پہلے بطور ترغیب وتحریص یہ جملہ ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانتا ہے وہ ان باتوں کو اختیار کرے۔

۱ــ "فَلْيَسَعْه بيتُه" اس کا گھر اس کے لئے کشادہ اور کافی ہوجائے، یعنی گھر کو لازم پکڑے اور بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلے، اور گھر میں رہنے کی وجہ اللہ تعالیٰ کی طاعت وبندگی میں مشغولی اور ما سوا اللہ سے خلوت ہو، نیز اس میں اس بات کی بھی تعلیم دی گئی ہے کہ بندۂ مومن جب دوسروں کو نفع پہونچانے سے عاجز ہوجائے یا لوگوں کے ساتھ اختلاط کی بنا پر اپنے دینی یا جانی نقصان اور ضرر کا اندیشہ ہو تو خلوت اختیار کرکے اپنی ذات کو اللہ کی طاعات وعبادات میں مصروف رکھنا چاہئے۔

بہرحال گھر میں بیٹھنے سے بددل نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسے غنیمت سمجھنا چاہئے اس لئے کہ یہ بہت سے شر اور فتنے سے بچنے کا ذریعہ ہے اور اس میں بری صحبت اور غلط ماحول سے بھی حفاظت ہے، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا خود بھی مانگی ہے اور امت کو تعلیم فرمائی ہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي ذَنْبِي وَ وَسِّعْ لِي فِي دارِی وبارِک لِي فِي ما رَزَقْتَنِي (ترمذي، کتاب الدعوات ۲/۱۸۸)

اے اللہ! میری مغفرت فرما، میرے لئے میرے گھر میں وسعت اور گنجائش پیدا فرما، مجھے جو روزی آپ نے عطا فرمائی ہے اس میں برکت عطا فرما۔

۲ــ "ولِيَبْکِ علی خطيئتِه" اور بندۂ مومن کو اپنی خطاؤں اور گناہوں پر نادم اور شرمندہ ہوکر رونا چاہئے اور اللہ کے سامنے توبہ واستغفار کرنا چاہئے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑے مہربان ہیں اور بہت توبہ قبول کرنے والے اور معاف کرنے والے ہیں، اس لئے بندہ کو چاہئے کہ موت سے پہلے توبہ واستغفار کرکے اپنے گناہ معاف کروالے تاکہ آخرت کے مواخذہ اور عذاب سے بچ جائے۔

۳ــ "فَلْيَقُلْ خيراً لِيَغنَمَ أو لِيَسْکُتَ عن شرٍ فَيَسْلَمَ" اور بندۂ مومن کو چاہئے کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے، لہٰذا اسے صرف خیر میں استعمال کرے، اس سے صرف بھلی اور خیر کی بات کہے، اور اس

کو اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن وغیرہ میں مشغول رکھے تا کہ بندہ اجر وثواب کا مستحق بنے، یا پھر خاموش رہے زبان سے کوئی بے فائدہ یا شر کی بات نہ کہے تا کہ مواخذہ سے محفوظ رہے۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذریعہ یہ تعلیم فرمائی ہے کہ زبان کو صحیح جگہ استعمال کرے اور اس کے غلط استعمال سے بچے تا کہ دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں اس کے نقصانات سے محفوظ رہ سکے۔

درود تم پر سلام تم پر

از مولانا فضل حق عارفؔ خیر آبادی

شفیعِ محشر، قسیمِ کوثر، درود تم پر سلام تم پر
تمھیں تو ہو کل جہاں سے بہتر، درود تم پر سلام تم پر

جہاں میں آئے ہزاروں رہبر، نہیں ہے کوئی تمہارا ہمسر
تمھیں ہو سب سے بلند و برتر، درود تم پر سلام تم پر

فروغِ دینِ متیں کی خاطر، دلوں میں سوزِ یقیں کی خاطر
دعائیں راتوں میں کی ہیں روکر، درود تم پر سلام تم پر

سکھا کے دنیا کو آدمیت، بنادیا خوگرِ محبت
درندگی پر لگایا نشتر، درود تم پر سلام تم پر

زباں ہے عاجز قلم ہے قاصر، کہاں سے الفاظ لاؤں آخر
ہو عبد کامل کے تم ہی مظہر، درود تم پر سلام تم پر

گذارا فاقوں سے خود کو اکثر، مگر حقیقت ہے یہ سراسر
کھلایا اوروں کو پیٹ بھر کر، درود تم پر سلام تم پر

ہے عارفؔ پُر خطا کی خواہش، کہ ہو میسر بروز پرسش
تمہارے ہاتھوں سے جام کوثر، درود تم پر سلام تم پر

عصرِ حاضر

امت میں رائج مہلک منکرات.. ایک جائزہ

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی
شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

اس وقت پوری دنیا میں مادیت اور شہوانیت کا جو سیلاب آیا ہوا ہے، اس نے تمام اخلاقی قدریں تہہ وبالا کرڈالی ہیں، معاشرتی نظام بے حیائی، بدکاری اور عریانیت کا مرکب بن چکا ہے، اخلاقیات کے نظام کو بے کرداری اور نفع پرستی کے مزاج نے زیروزبر کردیا ہے، معاملات کو سود اور حرام کی زنجیروں نے کچھ اس طرح چوطرفہ جکڑ رکھا ہے کہ امانت ودیانت، صداقت وراستی اور خیرخواہی کے اوصاف آخری سانس لے رہے ہیں۔

احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی معاشرے پر اللہ کی طرف سے اجتماعی قہر وعذاب کا نزول تین گناہوں کے نتیجے میں ہوتا ہے: سودخوری، زنا اور بدکاری، زکوٰۃ کی ادائیگی میں مجرمانہ کوتاہی۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

جب کسی قوم میں سود اور زنا عام ہوجائیں تو وہ اپنے کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنالیتی ہے۔(المستدرک)

آج یہی صورتِ حال ہمارے سامنے ہے، سودی لین دین اور بدکاری کے فروغ نے وہ شکلیں اختیار کرلی ہیں کہ ان کا تصور بھی لرزہ طاری کردیتا ہے، اسی طرح زکوٰۃ کے تعلق سے مجرمانہ غفلت اور کوتاہی کی عام فضا بنی ہوئی ہے، ہماری انہیں بداعمالیوں کا خمیازہ قدرتی آفات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

سودخوری کی وبا عام

احادیث کی صراحت کے مطابق کسی قوم، خطے اور معاشرے پر اجتماعی آفت وعذاب کے آنے کا ایک بنیادی سبب سودی کاروبار اور سودی لین دین کا عام چلن ہے، شریعت نے حرام کاموں اور گناہوں کی جو تفصیل بتائی ہے، اس میں سود کا گناہ سرِفہرست ہے، قرآن وحدیث میں سود کی شناعت وقباحت کے تعلق سے ایسے ایسے الفاظ بیان ہوئے ہیں جو لرزہ طاری کردیتے ہیں۔

سورۃ البقرہ میں سود کی حرمت اور اس سے اجتناب کے حکم کے بعد ارشاد فرمایا گیا:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه (البقرۃ)

اگر تم سود کا کاروبار نہیں چھوڑو گے تو تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔

غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے شرک کے بعد بڑے سے بڑے گناہ کے بارے میں بھی اتنے سخت الفاظ اور اتنا سخت لب ولہجہ استعمال نہیں کیا، جتنا سخت لب ولہجہ سود کے بارے میں استعمال کیا ہے، اعلانِ جنگ کے الفاظ انتہائی سخت وعید اور بدترین شناعت کے اظہار کے لیے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک شخص امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: میں نے شراب کا ایک ایسا رسیا اور نشہ میں چور شخص دیکھا جو چاند کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا، اس پر میں نے کہا: اگر انسان کے پیٹ میں شراب سے بھی بدتر کوئی چیز اترنے والی ہو تو میری بیوی کو طلاق، آپ نے فرمایا: ابھی لوٹ جاؤ کہ میں تمہارے مسئلہ میں غور کرلوں، وہ دوسرے دن آیا تو بھی فرمایا: ابھی لوٹ جاؤ کہ میں تمہارے مسئلہ میں غور کرلوں، وہ تیسرے دن آیا تو فرمایا: تمہاری بیوی کو طلاق پڑ گئی، اس لیے کہ میں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انتہائی غور وتدبر کیا؛ مگر سود سے بدتر کوئی چیز نظر نہ آئی؛ اس لیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن)

سود کی بے برکتی اور نحوست کے وبال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ (البقرۃ)

اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

سود اور صدقہ کی حقیقت، نتائج، اغراض اور کیفیات سب متضاد ہوتے ہیں، صدقہ میں اپنا مال بلا معاوضہ دوسرے کو دیا جاتا ہے اور سود میں دوسرے کا مال بلا مالی معاوضہ کے لیا جاتا ہے، صدقہ کی غرض رضائے الٰہی اور ثواب آخرت ہوتی ہے؛ جب کہ سود کی غرض اللہ کے غضب سے نڈر ہو کر اپنی موجودہ دولت میں ناجائز اضافے کی ہوس ہوتی ہے، نتیجہ کا فرق قرآن کی اسی آیت نے بتادیا کہ اللہ سود سے حاصل ہونے والے مال کی برکت وخیر مٹا دیتے ہیں؛ جب کہ صدقہ کرنے والے کے مال کو اور اس کی برکت کو بڑھا دیتے ہیں، کیفیات کا فرق یہ ہوتا ہے کہ صدقہ دینے والے کو متنوع اعمال خیر کی توفیق عطا ہوتی ہے اور سود

خور بالعموم محرومی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لاَ تَأْکُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ (آل عمران)

اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

اس آیت میں زمانۂ جاہلیت میں مروج سود کی ایک خاص صورت کا ذکر بہ طور مثال ہے، ورنہ سود کی حرمت کا حکم عام ہے، وہ کئی گنا بڑھا چڑھا کر ہو یا نہ ہو۔

سود کی حرمت وشناعت کے تعلق سے احادیثِ نبویہ میں بہت مواد موجود ہے، بخاری ومسلم کی ایک روایت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سات ہلاک وبرباد کرنے والی چیزوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور ان سات چیزوں میں شرک، جادو، قتل ناحق، میدان جنگ سے فرار ہونا، تہمت طرازی، یتیم کا مال ناحق کھانے کے ساتھ سود خوری کا ذکر صریح الفاظ میں آیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں:

لَعَنَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ آکِلَ الرِّبَا وَ مُوْکِلَهٗ وَ کَاتِبَهٗ وَ شَاهِدَیْهِ، وَ قَالَ: هُمْ سَوَاءٌ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے، اور سود پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شبِ معراج میں جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اچانک گرج، بجلی اور کڑک محسوس کی، پھر ایک ایسی قوم پر میرا گزر ہوا جن کے پیٹ بڑے بڑے مکانوں جیسے تھے، جن میں سانپ بھرے ہوئے تھے، جو باہر صاف طور سے نظر آرہے تھے، میں نے جبرئیل سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے بتایا: یہ سود خور لوگ ہیں۔ (ابن ماجہ، مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

اظهر فی قوم الزنا و الربا الا أحلوا بأنفسهم عقاب اللّٰه (مجمع الزوائد)

جس قوم میں زنا اور سود پھیل گیا انہوں نے یقیناً اللہ کا عذاب اپنے اوپر اتار لیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ایک حدیث میں انتہائی چشم کشا حقیقت کا بیان ہے:

لیأتین علی الناس زمان لا یبقیٰ منھم أحد إلا آکل الربا، فمن لم یأ کل أصابه من غبارہ

ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا کہ کوئی بھی سود سے نہ بچ سکے گا اور کوئی شخص سودخوری سے بچ بھی گیا تو بھی سود کے دھویں اور غبار سے نہیں بچ سکے گا۔ (ابن ماجہ)

مذکورہ احادیث اور بہ طور خاص اس حدیث کے تناظر میں ہم اگر موجودہ صورتِ حال کا تجزیہ کریں تو واضح ہوتا ہے کہ محتاط اندازے کے مطابق اٹھانوے فیصد افراد سود کی لعنت میں گرفتار ہیں، پورا تجارتی نظام سود پر منحصر ہو چکا ہے، دو فی صد باتوفیق بندے ایسے ہیں جو سودخوری سے بچے ہوئے ہیں؛ لیکن سودی نظام کی زنجیر نے عالمی معیشت وتجارت کو اس طرح جکڑ رکھا ہے اور سماج میں سود اس طرح سرایت کر گیا ہے کہ ان باتوفیق اور حلال کاروبار کرنے والوں کا حلال مال بھی پورے طور پر سود کے دھویں اور غبار سے محفوظ اور بچا ہوا نہیں رہ جاتا۔

اب جب کہ دنیا سودی لعنت میں جکڑے ہوئے تجارتی ومعاشی نظام کا تجربہ کر چکی ہے اور اس کے اخلاقی، روحانی، تمدنی، اجتماعی اور معاشرتی نقصانات کا سامنا بھی کر چکی ہے اور اس کے نتیجہ میں بار بار مختلف شکلوں میں آنے والے قہرِ الٰہی سے بھی دوچار ہو چکی ہے، دنیا کے لیے سود سے بالکل پاک اسلامی نظام معیشت (جو تمام انسانی طبقات کے لیے سراپا رحمت وخیر ہی ہے) کو اپنانے کے سوا کوئی اور متبادل اور چارۂ کار باقی نہیں بچا ہے۔

بے حیائی کا سیلابِ بلاخیز

بے حیائی، بے پردگی اور بدکاری کی لعنت اللہ کے قہر وعذاب کو دعوت دیتی ہے، شریعت نے حیا اور پردے کا انتہائی معقول نظام انسانیت کو دیا ہے اور ہر وہ سوراخ بند کر دیا ہے، جہاں سے بے حیائی کے جرثومے ابھر کر آسکتے ہوں، قرآن نے زنا کو صاف الفاظ میں بے حیائی کا عمل، ناپسندیدہ اور برا چلن بتا کر اس کے قبح شرعی، قبح عقلی اور قبح عرفی کا ذکر کیا ہے، اور اسے بے حیائی کا کام اور بری راہ قرار دے کر اس کے قریب تک جانے سے منع کر دیا ہے، اس طرح بے حیائی، بے پردگی اور فحاشی کے تمام قولی، فعلی، تقریری وتحریری، لباسی وتصویری مظاہروں پر کڑی بندش عائد کر دی ہے۔

اس وقت پوری دنیا میں فحاشی کا جو سیلاب بلاخیز آیا اور چھایا ہوا ہے، وہ قربِ قیامت کی علامت ہے، جس کی پیش گوئی احادیث میں جابجا فرمائی گئی ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایسی عورتیں کثرت سے ہوں گی جو بہ ظاہر لباس میں ہوں گی؛ مگر لباس اتنا باریک ہوگا اور اس سے جسمانی خدوخال اس درجہ نمایاں ہوں گے کہ درحقیقت وہ برہنہ ہوں گی، وہ خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، ایسی عورتیں جنت کی خوش بو سے بھی مرحوم کردی جائیں گی۔ (مسلم)

بے حیائی کے اس طوفان کے تین اسباب بالکل نمایاں ہیں:

۱— نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی میں بے انتہا تاخیر۔

۲— مخلوط نظامِ تعلیم ومعاشرت۔

۳— موبائل اور ٹی وی اور نیٹ کے ذریعہ فحاشی کا فروغ۔

زنا اور عریانیت میں مبتلا سماج پر احادیث کے مطابق عذابِ الٰہی اور امراض وآفات کا نزول ہوکر رہتا ہے، ان آفات سے حفاظت کی تدبیر صرف یہ ہے کہ ملت کا ہر فرد خود بھی عفت مآب بنے اور اپنے گھر، خاندان اور سماج کو بے حیائی اور بے حجابی کی لعنت سے پاک کرنے کی مہم میں لگ جائے۔

زکوٰۃ کے تعلق سے عمومی کوتاہی

اسلام کے ارکان میں نماز کے بعد دوسرا مقام زکوٰۃ کو حاصل ہے، قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر اور تاکید موجود ہے، یہ وہ فریضہ ہے جسے اسلام میں ستون وبنیاد کا درجہ دیا گیا ہے، کسی انسان کے صاحبِ ایمان ہونے کی شناخت کے لیے جو معیار قرآن نے طے کیا ہے، اس میں توحید ورسالت کے اقرار اور نماز کے بعد زکوٰۃ ہی کا ذکر ہے۔ (التوبہ)

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کے لیے جو شرطیں متعین فرمائی ہیں، ان میں بھی زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ (الحج)

جو لوگ اس فرض کو ادا نہیں کرتے، ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب کی دھمکی قرآن وحدیث میں موجود ہے، دنیا میں بھی اس جرم کی نقد سزا کے طور پر بے برکتی، مال کا غلط مصارف میں ضیاع اور نقصان جیسی آفات مسلط کردی جاتی ہیں۔

ممتاز عالم دین حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے تحریر فرمایا ہے:

زکوۃ وصدقات کی برکت سے مال کا بڑھنا اوران کے روکنے کی نحوست سے مال کا گھٹنا ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس سے کسی منصف مزاج کافر کوبھی مجال انکار نہیں؛ مگرافسوس رنگ وبو کی ظلمت نے آج کے مسلمان کی نظر سے اس روشن اور چمکتی حقیقت کوبھی اوجھل کردیا، اس مسلمان معاشرے میں کتنے مسلمان ہیں جوفریضۂ زکوۃ کے تارک ہیں، انھیں اپنے مال کا چالیسواں حصہ نکالنا گوارا نہیں؛ مگر دوسری طرف یہ گوارا ہے کہ امراض، ناگہانی آفات وحوادث یا ناجائز مصارف میں اس سے بھی دس گنا زائد مال نکل جائے۔

ذیل میں ایک دشمن اسلام انگریز کاواقعہ درج کیا جارہا ہے، شاید کسی غافل مسلمان کی چشم عبرت واہو۔

حضرت اقدس مولانا محمدزکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے بچپن میں اپنے والدصاحب سے اور دوسرے کئی لوگوں سے بھی یہ قصہ سنا کہ ضلع سہارنپور میں قصبہ بہٹ سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں، جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے اوران کے مسلمان ملازم کام کیا کرتے تھے اور وہ انگریز دہلی کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے، کبھی کبھی معائنہ کے طور پر آکر اپنے کاروبار کودیکھ جاتے تھے، ایک مرتبہ اس جنگل میں آگ لگی جوکبھی کبھی مختلف وجوہ سے لگتی رہتی تھی اور وہاں کے باغات وجنگلات کو جلادیتی تھی، ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی اور قریب قریب ساری کوٹھیاں جل گئیں، ایک کوٹھی کاملازم اپنے انگریز آقا کے پاس دہلی بھاگا ہوا گیا اور جاکر واقعہ سنایا کہ حضور! سب کوٹھیاں جل گئیں، آپ کی بھی جل گئی، وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا، نہایت اطمینان سے لکھتا رہا، اس نے التفات بھی نہیں کیا، ملازم نے دوبارہ زور سے کہا کہ حضور! سب جل گیا، اس نے دوسری دفعہ بھی لاپرواہی سے جواب دے دیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکری سے لکھتا رہا، ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا تو انگریز نے کہا کہ میں مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ ادا کرتا ہوں؛ اس لیے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، وہ ملازم تو جواب دہی کے خوف کے مارے بھاگا ہوا گیا تھا کہ صاحب کہیں گے کہ ہمیں خبر بھی نہیں کی، وہ انگریز کی اس لاپرواہی سے جواب سن کر واپس آگیا، آکر دیکھا تو واقعی سب کوٹھیاں جل چکی تھیں؛ مگر اس انگریز کی کوٹھی باقی تھی۔

فائدہ: اللہ کی شان کہ اسلامی احکام پرعمل کرکے غیرمسلم تو فائدہ اٹھائیں اور ہم لوگ زکوۃ ادا

نہ کر کے اپنے مالوں کو نقصان پہنچائیں، کہیں چوری ہوجائے، کہیں ڈاکہ پڑجائے، کہیں کوئی آفت مسلط ہوجائے۔(سودخور سے اللہ اوراس کے رسول کا اعلان جنگ، بحوالہ آپ بیتی)

اس سے آگے بڑھ کر دیکھا جائے، اگر اجتماعی طور پر کسی معاشرے یا خطے میں زکوٰۃ کا اہتمام ختم ہونے لگتا ہے، لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے لاپرواہوجاتے ہیں یا پائی پائی کے مطلوب حساب کے بجائے تخمینی طور پر زکوٰۃ ادا کردیتے ہیں، تو ان کوتاہیوں کا وبال اجتماعی وبال وآفت (مثلاً قحط سالی ودیگر حادثات) کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، آج یہی صورتِ حال سامنے ہے، احادیث کی صراحت کے مطابق ایک دور ایسا آئے گا کہ زکوٰۃ کو تاوان اور بوجھ سمجھا جائے گا، آج کا منظر نامہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔

ہمیں زکوٰۃ کے تعلق سے عمومی کوتاہی کے اس پہلو کو ضرور پیشِ نظر رکھ کر اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور پوری ملت کا یہ مجموعی مزاج بننا چاہیے کہ ہر صاحبِ نصاب شریعت کے اصول کے مطابق مکمل حساب کے بعد زکوٰۃ کی رقم نکالے اور واقعی مستحقین تک اسے پہنچائے۔

حاصل یہ ہے کہ اجتماعی عذاب کا باعث بننے والی مذکورہ تینوں چیزوں سودخوری کی وبائے عام، بدکاری اور بے حیائی کا سیلاب بلاخیز، زکوٰۃ کے تعلق سے عمومی کوتاہی سے امت کا ہر فرد بہ صدق قلب تائب ہو اور مستقبل میں کبھی ان لعنتوں کے قریب نہ جانے کا پختہ عہد کرے، قرآنی بیان کے مطابق اللہ کی رحمت اور آفتوں سے حفاظت نیکوکاروں ہی کے قریب ہوتی ہے۔

ضروری اعلان

ماہنامہ مظاہر علوم کا سالانہ زرِتعاون جو کئی سال سے صرف/150 (ایک سو پچاس روپئے) چلا آرہا تھا، کاغذ اور طباعت کی گرانی کے پیش نظر مجلس ادارت ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور کے مشورہ کے بعد ماہِ اپریل ۲۰۲۲ء سے اس میں اضافہ کرکے/ 300 (تین سو روپئے) سالانہ کردیا گیا ہے۔

دفتر سے کسی بھی طرح کی خط وکتابت کے لئے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

علمی تحقیق

گذشتہ سے پیوستہ

خروجِ ''یاجوج ماجوج'' کے بارے میں اِسلامی عقیدہ

قرآن وحدیث کی تصریحات اور اہلِ حق کی تحقیقات کی روشنی میں

مولانا محمد معاویہ سعدی

استاذ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

یاجوج ماجوج کی حقیقت:

یاجوج ماجوج کی حقیقت سے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یاجوج ماجوج اُس نسل سے ہیں جس نسل سے دجال ہے (علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے حاشیہ'' ترجمۂ شیخ الہند'' [الکہف ۹۳] میں اسی قول کو اِختیار کیا ہے) اور وہ بعض مؤرخین کے نزدیک انسان اور جنّ کے اِختلاط سے وجود میں آنے والی نسل ہے۔

احقر کے نزدیک وِجدانی طور پر یہ قول بہت قوی معلوم ہوتا ہے، کہ اس میں کسی نص کا اِنکار، یا اُس سے اِعراض بھی لازم نہیں آتا، اور دجال اور یاجوج ماجوج سے متعلق جتنے مافوق فطرۃ البشر واقعات قرآن وحدیث میں، یا تاریخی روایات میں ملتے ہیں، سب اس پر بلا تکلف منطبق بھی ہوجاتے ہیں۔

البتہ کوئی مستند دلیل نہ ہونے کی وجہ سے اس کے جزم کی جرأت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

دوسرا اور مشہور قول یہ ہے کہ یاجوج ماجوج نسلِ آدم ہی سے، عام انسان ہیں، بلکہ {وَ جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ} [الصافات] کے بموجب حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت سے بھی ہیں۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین فرزند ہوئے: حام، سام، یافث۔

حام تو ابو العرب ہیں، سام ابو السودان ہیں، اور یافث کی اولاد میں سے ترک، منگول، اقوامِ مغرب وروم، اہلِ چین اور یاجوج ماجوج وغیرہ ہیں (تفسیر ابن کثیر (۵: ۱۹۵)، والبدایۃ والنہایۃ (۲: ۵۵۲)۔ واللہ اعلم۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

یاجوج ماجوج باتفاقِ مؤرخین انسانوں میں سے ہیں، اور یافث بن نوح کی ذریت میں سے

ہیں، اہلِ یورپ کے ہاں اُن کو ''کاک میکاک'' کہا جاتا ہے، ابن خلدون نے ''غوغ ماغوغ'' نقل کیا ہے، اہلِ برطانیہ وجرمن خود کو ''ماجوج'' کی نسل سے کہتے ہیں، اہلِ روس ''یاجوج'' کی نسل سے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ سب انسان ہی ہیں۔

آخر میں فرماتے ہیں:

.... مگر اِن میں سے کسی پر بھی قرآنی بیان ''مفسدون فی الأرض ''نہیں صادق آرہا ہے، اِس لیے کہ ''فساد'' تونسلوں کو برباد کرنے، کھیتیوں کو اجاڑنے، آبادیوں کو ویران کرنے، لوٹ مار کرنے، اور غارت گری کرنے کو کہتے ہیں، نہ کہ سیاست اور تدبیر کے ذریعہ حکومت حاصل کرنے کو، اور اِن اقوام کا موجودہ غلبہ سیاست وتدبیر کے ذریعہ ہوا ہے، فساد وغارت گری کے ذریعہ نہیں'' (فیض الباری ۴/ ۳۵۴، و۳۵۶، وعقیدۃ الإسلام ص: ۲۹۸)۔

یاجوج ماجوج کو روکنے کے لیے جو ''سدّ'' تعمیر کی گئی تھی، وہ کہاں ہے؟

اِس سوال کے تین جواب ہیں: ایک اصولی، دوسرا تحقیقی، تیسرا اِلزامی۔

اصولی جواب:

مفسرین نے ذوالقرنین کے مغرب سے مشرق کے سفر کے راستوں سے، اُس کا جانبِ شمال میں ہونا، قرآن کے اشارے سے ثابت فرمایا ہے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:

قرآنِ کریم کے اِشارہ سے اس کا شمال میں ہونا ظاہر ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

''....... یاجوج وماجوج اور سدّ ذوالقرنین کے متعلق یہ معلومات تو وہ ہیں جو قرآن اور احادیثِ نبویہ نے امت کو بتلادیئے ہیں، اسی پر عقیدہ رکھنا ضروری، اور مخالفت ناجائز ہے۔ باقی رہی اس کی جغرافیائی بحث کہ سدذوالقرنین کس جگہ واقع ہے؟ اور قومِ یاجوج وماجوج کون سی قوم ہے؟ اور اس وقت کہاں کہاں بستی ہے؟ اگرچہ اس پر نہ کوئی اسلامی عقیدہ موقوف ہے، اور نہ قرآن کریم کی کسی آیت کا مطلب سمجھنا اس پر موقوف ہے، لیکن مخالفین کی ہفوات کے جواب اور مزید بصیرت کے لیے علمائے امت نے اس سے بحث فرمائی ہے'' (معارف القرآن)۔

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے ''بیان القرآن'' میں قصۂ ذوالقرنین ویاجوج ماجوج کے تحت، اس سلسلہ میں بہت اصولی اور جامع گفتگو فرمائی ہے، حضرتؒ فرماتے ہیں:

اور جاننا چاہیے کہ مصنفین ومؤلفین نے اس سدِّ یاجوج وماجوج کی تعیین کے متعلق اپنے اپنے مقالات وخیالات جمع کیے ہیں، اور اس کے مصداق میں اپنی اپنی کہی ہے، لیکن قرآن وحدیث میں اس کے چند اوصاف معلوم ہوتے ہیں:

ایک یہ کہ اس کا بانی کوئی بندۂ مقبول ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ جلیل القدر بادشاہ ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ دیوار دیوارِ آہنی ہے۔ چوتھے یہ کہ اُس کے دونوں سرے دو پہاڑوں سے ملے ہیں۔ پانچویں یہ کہ اس دیوار کے اُس طرف یاجوج ماجوج ہیں، وہ ابھی باہر نہیں نکل سکے۔ چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اُس میں تھوڑا سا سوراخ ہوگیا ہے۔ ساتویں یہ کہ وہ لوگ ہر روز اس کو چھیلتے ہیں، اور پھر وہ باذنہ تعالیٰ ویسے ہی دبیز ہوجاتی ہے، اور قربِ قیامت میں جب چھیل چکیں گے تو کہیں گے کہ اِن شاء اللہ تعالیٰ کل بالکل آر پار کردیں گے، چنانچہ اس روز پھر وہ دبیز نہ ہوگی، اور اگلے روز اس کو توڑ کر نکل پڑیں گے۔ آٹھویں یہ کہ یاجوج ماجوج کی قوت باوجود آدمی ہونے کے، عام آدمیوں سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے، اور عدد میں بھی بہت زیادہ ہیں۔ نویں یہ کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت نکلیں گے، اور اُس وقت عیسیٰ علیہ السلام بوحیٔ الٰہی خاص خاص لوگوں کو لے کر کوہِ طور پر چلے جائیں گے، باقی لوگ اپنے اپنے طور پر قلعہ بند اور محفوظ مکانوں میں بند ہوجائیں گے۔ دسویں یہ کہ دفعتاً غیر معمولی موت سے مرجاویں گے۔

اول کے پانچ اوصاف قرآن سے، اخیر کے پانچ اوصاف احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہوتے ہیں۔

پس جو شخص ان سب اوصاف کو پیشِ نظر رکھے گا اس کو معلوم ہوگا کہ جتنی دیواروں کا لوگوں نے رائے سے پتہ دیا ہے یہ مجموعۂ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا، پس وہ خیالات صحیح نہیں معلوم ہوتے، اور حدیثوں کا انکار، یا نصوص کی تاویلاتِ بعیدہ خود دِین کے خلاف ہے۔

رہا یہ شبہ مخالفین کا کہ ہم نے تمام زمین کو چھان ڈالا، مگر کہیں اس کا پتہ نہیں ملا، اور اسی شبہ کے جواب کے لیے ہمارے مؤلفین نے پتہ بتلانے کی کوشش کی ہے۔

لیکن اس کا صحیح جواب وہ ہے جس کو صاحبِ ''روح المعانی'' (علامہ آلوسی بغدادیؒ) نے اِختیار کیا ہے، حاصلِ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ ہم کو اس کا موقع معلوم نہیں، اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان میں بڑے بڑے سمندر حائل ہوں۔

اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام خشکی وتری کو محیط ہوچکے ہیں، واجب التسلیم نہیں، اور عقلاً یہ جائز ہے کہ امریکہ کی طرح سمندر کے درمیان کوئی حصہ زمین کا ایسا ہو جہاں اب تک رسائی نہ ہوئی ہو، اور عدمِ وجدان سے عدمِ وجود لازم نہیں آتا، اور جب مخبر صادق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس کا صدق دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے اس دیوار کی مع اس کے اوصاف کے خبر دی ہے تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں،

جس طرح کہ اور امورِ ممکنہ کی خبر دی ہے، اور ان کی تصدیق ضروری ہے اور ایسے مشککین کے کلامِ فضول کی طرف التفات کرنے کا منشا محض ضعفِ دین اور قلتِ یقین ہے'' انتہی۔

حضرتؒ کی اسی تقریرِ دل پذیر کا خلاصہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی اپنے ''فوائدِ تفسیریہ'' میں درج فرمادیا ہے۔

تحقیقی جواب:

تاریخی وجغرافیائی آثار وقرائن کی بنیادوں پر، اور مؤرخین وجغرافیین کے لگائے ہوئے تخمینے اور اندازے کی روشنی میں حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہارویؒ نے اپنی شاہ کار تصنیف ''قصص القرآن'' (۳/ ۱۳۷-۱۴۵) میں، اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ''معارف القرآن'' (۵/ ۶۳۸ومابعدہا) میں، اس سے متعلق جو تحقیقات وتفصیلات درج فرمائی ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے:

یاجوج وماجوج کے تاخت وتاراج اور شر وفساد کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ ایک طرف کاکیشیا کے نیچے بسنے والے ان کے ظلم وستم کا شکار تھے، تو دوسری جانب تبت اور چین کے باشندے بھی ہر وقت ان کی زد میں تھے، انہی یاجوج وماجوج کے شر وفساد سے بچنے کے لیے مختلف زمانوں میں، مختلف مقامات پر متعدد سدّ تعمیر کی گئیں، ان میں سب سے زیادہ بڑی اور مشہور دیوارِ چین ہے۔

دوسری سدّ وسطِ ایشیا میں بخارا اور ترمذ کے قریب واقع ہے، اور اس کے محلِ وقوع کا نام ''دربند'' ہے۔

تیسری سدّ روسی علاقہ داغستان میں واقع ہے، یہ بھی ''دربند'' اور باب الابواب کے نام سے مشہور ہے، یاقوت حموی نے ''معجم البلدان'' میں، ادریسی نے ''جغرافیہ'' میں، اور بستانی نے ''دائرۃ المعارف'' میں اس کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں۔

چوتھی سد اِسی باب الابواب (دربند) سے مغرب کی جانب کاکیشیا کے بہت بلند حصوں میں ہے، جہاں دو پہاڑوں کے درمیان ایک درّہ ''درۂ داریال'' کے نام سے مشہور ہے، اس جگہ یہ چوتھی سدّ ہے، جو قفقاز، یا جبلِ قوقا، یا کوہِ قاف کی سد کہلاتی ہے۔

چونکہ یہ سب دیواریں شمال ہی میں ہیں، اور تقریباً ایک ہی ضرورت کے لیے بنائی گئی ہیں، اس لیے ان میں سے ''سدِ ذوالقرنین'' کون سی ہے؟ اس کے متعین کرنے میں اِشکالات پیش آئے ہیں، اور بڑا اِختلاط اِن آخری دو سدوں کے معاملہ میں پیش آیا، کیونکہ دونوں مقامات کا نام بھی ''دربند'' ہے اور دونوں جگہ سد بھی موجود ہے۔

مذکور الصدر چار سدوں میں سے دیوار چین جو سب سے زیادہ بڑی اور سب سے زیادہ قدیم ہے، اس کے متعلق تو سد ذوالقرنین ہونے کا کوئی قائل نہیں، اور وہ بجائے شمال کے، مشرقِ اقصی میں ہے، اور قرآنِ کریم کے اِشارہ سے اس کا شمال میں ہونا ظاہر ہے۔

اب معاملہ باقی تین دیواروں کا رہ گیا، ان میں سے حضرت الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ قدس سرہ نے ''عقیدۃ الاسلام'' میں کوہ قاف (قفقاز) کی سد کو ترجیح دی ہے کہ یہ سد ذوالقرنین کی بنائی ہوئی ہے۔

مشہور مؤرخ ابن خَلدونؒ نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں اقلیم سادس کی بحث میں یاجوج وماجوج اور سد ذوالقرنین اوران کے محل ومقام کے متعلق جو جغرافیائی تحقیق فرمائی ہے، اس سے بھی اسی رائے کی تائید ہوتی ہے، علامہ ابن خَلدونؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ:

ساتویں اقلیم کے نویں حصہ میں مغرب کی جانب ترکوں کے وہ قبائل آباد ہیں جو قنجاق اور چرکس کہلاتے ہیں، اور مشرق کی جانب یاجوج وماجوج کی آبادیاں ہیں، اور ان دونوں کے درمیان کوہِ قاف حد فاصل ہے، جو چوتھی اقلیم کے مشرق میں واقع بحر محیط سے شروع ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ شمال کی جانب اقلیم کے آخر تک چلا گیا ہے، اور پھر بحر محیط سے جدا ہو کر شمالِ مغرب میں ہوتا ہوا یعنی مغرب کی جانب جھکتا ہوا، پانچویں اقلیم کے نویں حصہ میں داخل ہوجاتا ہے، اور یہاں پہنچ کر جنوب سے شمالِ مغرب کو ہوتا ہوا گیا ہے، اور اسی سلسلۂ کوہ کے درمیان یہ سد ذوالقرنین پائی جاتی ہے (مقدمہ ابن خلدون : ۷۹) واللہ اعلم بالصواب۔

الزامی جواب:

یہ سب تحقیقات تو مسلمان مؤرخین کی طرف سے دیوار کی تلاش کی کوششوں سے سامنے آئی ہیں، اَب اگر یہ قرآنی بیان پر منطبق ہوجاتی ہیں فبہا، ورنہ ابھی تو نہ معلوم دنیا کا کتنا حصہ عام انسانی دسترس سے باہر، اور تحقیقات کے دائرہ سے خارج ہے، براعظم افریقہ اور متحدہ امریکہ کا ایک بڑا خطہ، روس کی برف پوش پہاڑیوں کے پیچھے کا ایک طویل سلسلہ، اور بعض خوف ناک بحری وسمندری علاقے، آج تک تحقیق کاروں کی آمد کے انتظار میں ہیں، اوران کے تحقیقی کارناموں اوران پر مرتب ہونے والے نتائج کی راہ تک رہے ہیں، آثارِ قدیمہ کے ماہرین کو روزانہ کسی نہ کسی ''نئے آثار'' کی دریافت ہو رہی ہے، کتنی ہی زیرِ زمین مدفون آبادیاں کھدائی میں سامنے آرہی ہیں، ایسے میں یہ دعوی کیوں کر تسلیم کرلیا جائے کہ زمین کا کوئی حصہ انسانی دسترس سے باہر نہیں رہ گیا ہے؟!

محدث العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

"اہل یورپ کا یہ کہنا تو کوئی وزن نہیں رکھتا کہ ہم نے ساری دنیا چھان ماری ہے، ہمیں دیوار کا پتہ نہیں لگا، کیونکہ اول تو خود انہی لوگوں کی یہ تصریحات موجود ہیں کہ سیاحت اور تحقیق کی انتہائی معراج پر پہنچنے کے باوجود آج بھی بہت سے جنگل اور دریا اور جزیرے ایسے باقی ہیں جن کا ہمیں علم نہیں ہوسکا، دوسرے یہ بھی احتمال بعید نہیں کہ اب وہ دیوار موجود ہونے کے باوجود پہاڑوں کے گرنے اور باہم مل جانے کے سبب ایک پہاڑ ہی کی صورت اختیار کرچکی ہو" اھ۔ (معارف القرآن، وعقیدۃ الاسلام)۔

محقق العصر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ "فوائدِ تفسیریہ" میں فرماتے ہیں:

"..... اور یہ دعوی کرنا کہ ہم تمام خشکی وتری پر محیط ہو چکے ہیں، واجب التسلیم نہیں، عقلاً جائز ہے کہ جس طرح اَب سے پانچ سو برس پہلے تک ہم کو چوتھے براعظم (امریکہ) کے وجود کا پتہ نہ چلا، اَب بھی کوئی پانچواں براعظم ایسا موجود ہو جہاں تک ہم رسائی حاصل نہ کرسکے ہوں، اور تھوڑے دنوں بعد ہم وہاں تک، یا وہ لوگ ہم تک پہنچ سکیں۔

سمندر کی دیوارِ اعظم جو آسٹریلیا کے شمالِ مشرقی ساحل پر واقع ہے، آج کل برطانوی سائنس دان ڈاکٹر سی ایم ینگ کے زیر ہدایات اس کی تحقیقات جاری ہے، یہ دیوار ہزار میل سے زیادہ لمبی، اور بعض بعض مقامات پر بارہ بارہ میل تک چوڑی، اور ہزار فٹ تک اونچی ہے، جس پر بے شمار مخلوق بستی ہے۔

جو مہم اس کام کے لیے روانہ ہوئی تھی، حال میں اس نے اپنی یک سالہ تحقیقات ختم کی ہے، جس سے سمندر کے عجیب وغریب اسرار منکشف ہوتے ہیں، اور انسان کو حیرت واستعجاب کی ایک نئی دنیا معلوم ہورہی ہے، پھر کیسے دعوی کیا جاسکتا ہے کہ ہم کو خشکی وتری کی تمام مخلوق کے مکمل اکتشافات حاصل ہو چکے ہیں؟

بہر حال مخبرِ صادق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جن کا صدق دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے؛ جب اس دیوار کی مع اُس کے اوصاف کے خبر دی، تو ہم پر واجب ہے کہ ہم تصدیق کریں، اور اُن واقعات کے منتظر رہیں جو مشککین ومنکرین کے علی الرغم پیش آکر رہیں گے:

ستبدي لك الأيام ما كنت جاهلاً		ويأتيك بالأخبار ما لم تزود

اَب وہ دیوار کس حال میں ہے؟ اس سلسلہ کی تفصیلات اگلے شمارہ میں ان شاء اللہ۔

راہِ عمل

حیات نبوی کا مکی دور

ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ایک عملی نمونہ

مولانا محمد اللہ قاسمی فیض آبادی

شعبۂ انٹرنیٹ دار العلوم دیوبند

اسلام، عالمی اور ابدی مذہب ہے۔ اسلام کی تعلیمات اور اس کا سرمدی پیغام دنیا کے ہر گوشے میں بسے ہوئے انسانی افراد اور معاشرے کے لیے یکساں طور پر قابل عمل ہے۔ اس عالمی اور آفاقی مذہب کے پیغمبر آخر الزماں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر مرحلہ اور ہر پہلو پوری امت مسلمہ کے لیے ایک کامل اسوہ اور مکمل نمونہ ہے جیسا کہ قرآن کریم کی شہادت ہے: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ آپ کی گھریلو زندگی ہو یا سماجی زندگی، مکی زندگی ہو یا مدنی زندگی، عبادات ہوں یا معاملات، سیاسیات ہوں یا اخلاقیات و مذہبیات، آپ کی زندگی کا عملی نمونہ ہر شعبۂ زندگی میں تمام انسانوں کے لیے قابل تقلید ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں ہم ہندوستانی مسلمانوں کے لیے جو اس ملک میں اقلیت میں ہیں ایک مکمل عملی نمونہ موجود ہے۔ ہمارے ملک میں اکثریت غیر مسلمین کی ہے اور سرکاری اعداد و شمار کے مطابق مسلمان یہاں کی آبادی کا تقریباً پندرہ فی صد ہیں۔ یہ ملک ہم مسلمانوں کا اپنا محبوب وطن ہے اور مسلمان اس سرزمین کے ایک اٹوٹ حصہ کے طور پر صدیوں سے یہاں آباد ہیں۔ ہمارے آباء و اجداد اسی خاک میں مدفون ہیں اور اس برصغیر میں ہماری تہذیب و تمدن اور تاریخ و روایات کے کتنے ہی انمٹ نقوش اور لاثانی یادگاریں ثبت ہیں کہ اگر اس گراں قدر تہذیبی، ثقافتی و تاریخی ورثہ کو ہندوستانی تاریخ سے مٹا دیا جائے تو یہاں کی تاریخ روکھی اور بے رنگ نظر آنے لگے گی۔

حصول آزادی کے بعد بھی گو مسلمانوں کو اس ملک میں مسلسل گذشتہ ساٹھ برسوں سے معاشی و تعلیمی اور سیاسی و سماجی آزمائشوں کا سامنا ہے۔ لیکن ملک کے مجموعی حالات مسلمانوں کے لیے اگر ہمت افزا نہیں تو کم از کم مایوس کن اور دل شکن بھی نہیں۔ یوں تو اسلام کی ساری تعلیمات پر کاربند ہونا مسلمانوں کی مذہبی

ذمہ داری اور اسلامی تقاضا ہے۔تاہم مسلمانوں کے لیے ملک کے موجودہ حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا مکی نمونہ خاص طور پر مکمل عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔

امانت و دیانت اور پاکیزگی و شرافت

مکی زندگی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی شناخت تھی آپ کی صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی۔مکی زندگی میں نبوت ورسالت سے سرفراز ہونے سے پہلے اور بعد کے زمانہ میں آپ کی شناخت آپ کی صداقت وامانت، شرافت و پاکیزگی، تواضع وانکساری اور تقوی و پاکبازی تھی۔مکہ کا ہر باشندہ آپ کی شرافت و پاکیزگی اور اعلی اخلاق کا قائل تھا۔آپ کو عام طور پر صادق اور امین کہا جاتا تھا۔خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود کو اس کے مقام تک اٹھا کر رکھنے میں قریش کے اندر جو سخت اختلاف پیدا ہوا اور جس کی وجہ سے خوں ریز جنگ چھڑنے والی تھی، وہ آپ کی جوانی کا زمانہ تھا،لیکن قریش کے سرداروں اور بڑے بوڑھوں کو جب یہ ہاشمی نوجوان دکھائی پڑا تو سب نے بیک آواز ہو کر کہا: **هذا محمد الأمين رضينا هذا محمد الأمين** (یعنی یہ محمد امین شخص ہیں،ہم ان سے خوش ہیں، یہ امین ہیں)۔اورسب نے اس نوجوان کے حکیمانہ فیصلے کو بخوشی قبول کیا اور اس طرح ایک خون ریز جنگ چھڑتے چھڑتے رہ گئی۔(سیرۃ المصطفیٰ ۱:۱۱۶،بحوالہ سیرت ابن ہشام)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کے ابتدائی مراحل میں جب اللہ تعالی کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ نبوت کے پیغام اور توحید کی دعوت کو علی الاعلان اپنے قبیلہ والوں تک پہنچایا جائے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لاتے ہیں اور قریشی قبائل کو آواز دیتے ہیں۔ارشاد فرماتے ہیں: اے قریش! اگر میں کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے دشمن کی فوج حملہ آور ہونے کو تیار ہے تو کیا تم یقین کروگے؟ پوری قوم یک زبان ہو کر کہتی ہے: **نعم! ما جربنا عليك الا صدقا** (ہاں! ہم نے آپ میں سوائے صدق اور سچائی کے کچھ نہیں پایا)۔(صحیح بخاری،حدیث نمبر 4397)

آپ کی امانت و دیانت کا عالم تھا کہ مکہ کے بڑے بڑے تاجر خواہش مند ہوتے تھے کہ آپ ان کے تجارتی سامان لے کر شام ویمن وغیرہ کی عالمی منڈیوں میں جائیں تاکہ آپ کے ذریعہ ان کی تجارت کو فروغ ہو۔نبوت ورسالت سے سرفراز ہونے کے بعد بھی مکہ کے وہ لوگ جو آپ کی دعوت اسلام کو نہیں مانتے تھے وہ بھی آپ کے پاس اپنی امانتیں بغرض حفاظت رکھ جاتے تھے۔انھیں اس بات کا اطمینان تھا

کہ ان کی امانت اس امین کے علاوہ کسی اور کے ہاتھوں میں اتنی محفوظ نہیں ہے۔

صبر و استقامت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا دوسرا سب سے واضح عنصر آپ کا بے پناہ جذبہ صبر و استقامت، اولوالعزمی اور اپنے صحیح موقف پر پہاڑ کی طرح قائم رہنے کی قوت تھی۔ تبلیغ اسلام اور دعوت حق کے بعد مکہ کی اکثریت آپ کے خلاف تھی۔ وہ ہمیشہ آپ کے اور مٹھی بھر مسلمانوں کے درپئے آزار رہتے، انھیں تکلیفیں پہنچاتے، ایذائیں دیتے اور دن رات اسلام پیغمبر اسلام اور متبعین اسلام کے خلاف سازشیں کرتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے اس برتاؤ کا جواب صبر و خاموشی اور ہمت و استقامت سے دیا۔ آپ نے دعوت حق کے اپنے موقف سے ذرہ برابر پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کیا، حتی کہ آپ کو پورے عرب کی بادشاہت، مال و دولت، حسین ترین عورتوں اور ہر خواہش کی چیز پیش کیے جانے کی پیش کش بھی کی گئی، لیکن آپ نے اس دعوت حق کے سامنے ہر پیش کش کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آپ نے خواجہ ابو طالب کی فہمائش کے جواب میں فرمایا کہ چچا اگر میرے ایک ہاتھ میں چاند دوسرے میں سورج رکھ دیا جائے اور کہا جائے کہ اس کام سے باز رہو، تو بھی میں ایسا نہیں کرسکتا۔

تصادم سے گریز اور دعوت و تبلیغ کا تسلسل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صبر آزما اور مخالف ماحول میں اہل مکہ کے سامنے اعلی اخلاقی نمونہ پیش کیا۔ گالیوں کا جواب دعاؤں سے، پتھر کا جواب نرم کلامی سے، دل آزاری کا جواب ہمدردی و غم گساری سے دیا۔ آپ نے اس ماحول میں تصادم سے گریز کیا اور حکمت و بصیرت کے ساتھ کام کرتے رہے۔ لوگوں کی بھلائی اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے ان کو خدائے واحد اور اللہ کے پسندیدہ دین کی طرف بلاتے رہے۔ دعوت و تبلیغ کا جو فرض منصبی آپ نے اٹھایا تھا، اس پر پوری دلجمعی، استقامت اور سختی سے قائم رہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی دعوت دلوں کے قلعوں کو تسخیر کرتی چلی گئی اور مکہ کی ایک بڑی تعداد نے مخالف ماحول میں بھی اسلام میں کشش محسوس کی۔ جو لوگ کل تک آپ کے مشن کے شدید ترین دشمن تھے، وہ آپ کے اخلاق عالیہ اور دعوت حق کی گرمی سے پگھل کر پانی پانی ہوجاتے اور اہل ایمان کے حلقے میں شامل ہوجاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی سے یہ چند خاص سبق ملتے ہیں کہ اہل ایمان کو اپنے حق و صداقت

کے موقف پر پورے یقین واعتماد کے ساتھ جمنا چاہیے اور پورے وثوق کے ساتھ دعوت دینی چاہیے۔ جہاں تک ہو سکے اپنے پڑوسیوں، اہل خاندان، اہل وطن سے خواہ وہ کسی بھی فکر وخیال اور مذہب کے ماننے والے ہوں، ان سے اخلاق ومحبت، خیر خواہی وہمدردی اور بہتری وبھلائی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ نیز، معاشرے کے سامنے ہمیشہ اپنے اعلی کردار وعمل، تقوی وطہارت، امانت ودیانت اور اخلاص وخیر خواہی کے ذریعہ بلند پایہ اخلاقی اقدار وآداب کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

ہجرت حبشہ سے چند سبق

نبوت کے پانچویں برس دو مرحلوں میں تقریباً سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر حبشہ (موجودہ ایتھوپیا، افریقہ) کی طرف ہجرت فرمائی۔ گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہجرت میں حصہ نہیں لیا، لیکن چوں کہ آپ کے اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے آپ کے مشورہ سے ہجرت اختیار کی تھی اور آپ کی تعلیمات کی روشنی میں انھوں نے وہاں زندگی گزاری؛ اس لیے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا ہی ایک حصہ تصور کی جاتی ہے۔

حبشہ ایک غیر مسلم ملک تھا، وہاں کا حکمراں نجاشی اس وقت نصرانی تھا۔ سو کے قریب مسلمانوں کی جمعیت وہاں کی قلیل ترین اقلیت تھی۔ لیکن حبشہ کی زندگی میں حضرات صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں جو لائحہ عمل اختیار کیا وہ ہندوستان جیسے ملک میں رہنے والی مسلم اقلیت کے لیے ایک بہترین اسوہ ہے۔

حبشہ پہنچنے کے بعد مسلمانوں نے وہاں اپنی کالونی بنالی اور اس عادل بادشاہ کے رعایا بن کر رہنے لگے۔ ابھی کچھ دن ہی گزرے تھے کہ کفار مکہ کے دو نمائندوں عبد اللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص نے حبشہ کی سرزمین بھی مسلمانوں پر تنگ کرنی چاہی اور بادشاہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا چاہا۔ اس موقع پر حبشہ کے مسلمانوں نے جو طریقہ کار اختیار کیا وہ ہمارے لیے روشن نمونہ کا درجہ رکھتا ہے۔ مسلمانوں نے سب سے پہلے اجتماعیت اور اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر منتخب کیا۔ پھر انھوں نے باہمی مشورہ اور اتفاق رائے سے یہ طے کیا کہ جس دین حق کی خاطر ہم نے اپنا وطن چھوڑا ہے اس کے خلاف ہم کچھ نہیں کہیں گے اور جو کچھ حق ہوگا، حکمت وبصیرت کے ساتھ معقول ومدلل انداز میں اس کو سامنے رکھیں

گے۔ نیز، اپنے جائز مقصد کے حصول اور اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے عادل بادشاہ کے عدل و انصاف اور قانون کا سہارا لیں گے۔ چناں چہ جب قریشی نمائندوں نے نجاشی کے سامنے مسلمانوں پر یہ الزام لگایا کہ یہ بد دین ہو کر اپنے ملک سے بھاگ آئے ہیں، ان کو واپس کیا جائے، تو نجاشی نے مسلمانوں سے صفائی پیش کرنے کو کہا۔ ان روشن اصولوں کی رہ نمائی میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نہایت معقول انداز میں کہا کہ کیا ہم غلام ہیں جو تمہارے یہاں سے بھاگ آئے ہیں، یا ہم نے کسی کا قتل کیا ہے یا ہم کسی کا مال ہڑپ کر کے آئے ہیں۔ اس برمحل اور معقول سوال کا جواب ان قریشی نمائندوں کے پاس نہیں تھا۔

پھر نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ آخر وہ کون سا دین ہے جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اس کے جواب میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا جو خلاصہ پیش کیا وہ ایک بہترین دینی اور سماجی نمونہ تھا۔ حضرت جعفر نے اسلام کے تعارف پر مشتمل جو تقریر نجاشی کے دربار میں کی تھی اس میں رسول پاک کی چودہ تعلیمات کا ذکر تھا: (۱) توحید (۲) سچائی (۳) امانت داری (۴) صلہ رحمی (۵) پڑوسیوں سے اچھا سلوک (۶) حرام کاموں سے پرہیز (۷) خونریزی سے گریز (۸) بدکاری سے پرہیز (۹) جھوٹی بات سے پرہیز (۱۰) مال یتیم سے پرہیز (۱۱) عورتوں پر الزام تراشی سے گریز (۱۲) نماز قائم کرنا (۱۳) زکوٰۃ دینا (۱۴) روزہ رکھنا۔ ان تعلیمات میں، مذہب، اخلاق اور سماج سب کچھ کی رہنمائی موجود ہے۔

دوسرے دن قریشی نمائندوں نے ایک دوسری چال چلی اور حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق عبدیت کے اسلامی عقیدہ کے خلاف نجاشی عیسائی بادشاہ کو بھڑکانا چاہا کہ یہ لوگ حضرت عیسی کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ مسلمانوں کے لیے یہ مشکل وقت تھا، لیکن حق پرستی اور صداقت شعاری کے روشن اصولوں کی روشنی میں جو اسلامی عقیدہ تھا وہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بلا کم و کاست پیش کر دیا اور بالآخر حق کا بول بالا ہوا اور باطل رسوا و ذلیل ہو کر واپس ہوا۔

کتب سیرت و احادیث میں حبشہ میں مسلمانوں کی عام زندگی کی تفصیلات نہیں ملتیں، لیکن جو کچھ جا بجا روایات میں ملتا ہے اس سے بھی ان کے طرز معاشرت کی ایک جھلک دکھائی دیتی محسوس ہوتی ہے۔ حضرات صحابہ نے اپنی چھوٹی سے بستی بنا کر تجارت وغیرہ کا پیشہ اختیار کیا اور مقامی غیر مسلم آبادی کے ساتھ معاملات کیا۔ اس سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ جہاں بھی رہیں محنت و مشقت اور امانت و دیانت کے

ساتھ حلال روزی کے ذرائع اختیار کریں۔

مسلمانوں نے ملک کی خیر خواہی اور اہل ملک کے ساتھ وفاداری کا برتاؤ کیا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں دنوں نجاشی بادشاہ کو ایک بغاوت کا سامنا کرنا پڑا چناں چہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی کامیابی کے لیے دعا کی۔ اس سے یہ اصول ماخوذ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے ملک اور عادل رہ نما کے ساتھ وفاداری اور خلوص ومحبت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

ہم مسلمانوں کو ہجرت حبشہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ نازک اور اہم مواقع پر اجتماعیت اختیار کر کے باہمی مشورہ سے کام لینا اور اپنا امیر منتخب کر لینا چاہیے۔ مسلمانوں کو یہ طے کر لینا چاہیے کہ وہ کسی بھی حال میں حق وصداقت کا دامن نہیں چھوڑیں گے اور اپنے ایمان ویقین کا سودا کسی صورت میں نہیں کریں گے، یہی ان کی مذہبی اور تہذیبی زندگی کی اساس ہے۔ نیز، جذباتیت سے گریز کرتے ہوئے حکمت وبصیرت سے کام لینا چاہیے اور مخالف حالات کا صبر واستقامت سے سامنا کرنا چاہیے۔ دین کی دعوت، حکمت، معقولیت اور مدلل طریقہ سے اپنے ہم وطنوں کو دینی چاہیے اور ہمیشہ طاقت کا مقابلہ حکمت و دانائی سے کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے ملک کے نظام عدل سے واقفیت حاصل کرنا چاہیے اور اسے اپنے تحفظ کے لیے اور اپنا حق حاصل کرنے کیلئے استعمال کرنا چاہیے۔

نیز، مسلمانوں کو جس ملک میں وہ رہیں وہاں امن پسند شہری کی حیثیت سے رہنا چاہیے اور تخریبی کارروائیوں سے گریز کرنا چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے موقف، مقصد حیات اور طرز زندگی سے ہم وطنوں کو واقف کرائیں تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور تحفظ کے مسائل پیدا نہ کریں اور اسلام سے اجنبیت کی وجہ سے اس کو حریف نہ سمجھیں۔ نیز، مسلمانوں کو ہم وطنوں کے مذہب، مزاج اور تہذیبی شعار سے ضروری واقفیت حاصل کرنی چاہیے تاکہ امن وسکون اور بقائے باہم کی راہ ہموار ہو۔ ہجرت حبشہ سے قبل سورہ مریم کا نزول، نجاشی کی عدالت میں حضرت جعفر کی تلاوت، اور نجاشی کے دربار میں آپ کی پوری تقریر کا خلاصہ یہی ہے۔

تبرکات

ملفوظات

از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

مرتب: مولانا مفتی شعیب احمد بستوی
معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

وساوس کا عجیب علاج

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے حاجی صاحب نے وساوس کا ایک عجیب علاج فرمایا ہے، واقعی حضرت اس فن کے مجتہد تھے، حضرت فرماتے تھے کہ جب وساوس کثرت سے آنے لگیں، تو مستقلاً ان کے نکالنے کے درپے نہ ہو جاؤ، بلکہ اس وقت یہ خیال کرلو کہ خدا تعالیٰ کی کیا عجیب صنعت ہے، قلب کو ایک دریا بنا دیا ہے جس میں کیسی کیسی موجیں اٹھتی ہیں کہ ان کو روکنے کی کوشش کرتا ہوں مگر موجیں ہیں کہ نہیں رکتیں، بس اس صنعِ الٰہی کے مراقبہ سے وہ وساوس آئینہ ہو جائیں گے مشاہدۂ صنعِ الٰہی کا۔

متکبرین کی وضع اختیار کرنے کا نقصان

فرمایا کہ: متکبرین کی سی وضع اختیار کرنا، ان جیسا لباس پہننا، اس میں خاصیت ہے کبر کی، جس سے ایک ظلمت پیدا ہوتی ہے اور قلب بگڑتا ہے، اسی طرح اپنی حیثیت سے زیادہ قیمتی کپڑے پہننا، اپنی وقعت سے زیادہ سامان جمع کرنا، یہ سب کبر کی فرع ہے، بالخصوص جبکہ فجار کفار کے ساتھ تشبہ بھی ہو تو ظلمات بعضھا فوق بعض کا بھی مصداق ہوگا۔

خشیتِ خداوندی

ایک صاحبِ علم کے خلافِ شریعت افعال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: علم پڑھ کر بھی جس میں خشیت پیدا نہ ہو اس سے وہ جاہل اچھا جس میں خشیت ہو، علم کی مثال نافع اور مضر ہونے میں تلوار کی دھار کی سی ہے، اس سے دوست بھی کٹتا ہے اور دشمن بھی، اگر تلوار چلانے والا ماہر فن نہ ہو تو اس سے کبھی اپنے ہی کو نقصان پہونچ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے کہ مارا ہاتھ تو دشمن کے مگر وہ خالی گیا اور لوٹ کر اپنے ہی پر پڑ گیا، اسی طرح علم بڑی ہی نازک چیز

ہے اس میں امن بھی ہے اور خوف بھی، گو غالب امن ہی ہے مگر حسنِ استعمال کی ضرورت ہے۔

دینِ اسلام کے محافظ

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا: ہمیشہ سے جس قدر مسلمانوں کے مذہب کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے اور مخالفت ہورہی ہے اگر اس سے ہزارواں حصہ بھی کوشش کسی دوسرے مذہب کے مٹانے کی کی جاتی تو اب تک کبھی کا فنا ہوچکا ہوتا، اس سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی حامی ہے، اس لئے یہ ان شاء اللہ مٹ نہیں سکتا، اور یہ بھی ایک وجہ ہے مسلمانوں کی بے فکری کی، سمجھتے ہیں کہ اگر اس کا کوئی بھی حامی نہ ہو تب بھی خدا تعالیٰ تو حامی ہیں ہی، وہ خود دین کے محافظ ہیں، اور اسی پر کیا حصر ہے، استغنا مطلقاً مسلمانوں کا خاصہ ہے اور یہ شجاعت کے لوازم سے ہے جو دوسری قوموں میں نہیں۔

عقل سلیم اور فہم کامل بڑی نعمت ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا: اکثر مشکل باتیں پیش آئیں مگر حق تعالیٰ نے ہمیشہ مدد فرمائی۔

ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ نیکوں کو تو حکم ہے کہ بدوں (برے لوگوں) کی صحبت سے بچو، اور بدوں کو حکم ہے کہ نیکوں کی صحبت اختیار کرو، تو اس صورت میں نیک اپنی صحبت میں بدوں کو آنے کیوں دیں گے؟ پھر بدوں کو نیکوں کی صحبت کیسے میسر ہوگی؟ فرمایا: جواب سننے کے بعد تو کچھ اشکال نہیں رہتا مگر اول وہلہ میں بڑا ہی سخت اشکال ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی وقت مدد فرمائی اور قلب میں جواب القا فرمایا، یہ سب انھیں کی رحمت ہے۔

میں نے کہا کہ عادتِ الٰہیہ یہ ہے کہ تابع کا اثر متبوع پر نہیں ہوتا، متبوع کا اثر تابع پر ہوتا ہے، اس لئے نیکوں کو جو حکم ہے کہ بدوں کی صحبت سے بچو، مطلب یہ ہے کہ ان کے تابع بن کر ان کی صحبت مت اختیار کرو، لیکن اگر وہ تمہارے پاس آئیں اور تابع بن کر آئیں تو ان کو اپنے پاس آنے دو، اسی طرح بدوں کو جو حکم ہے کہ نیکوں کی صحبت اختیار کرو، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے تابع بن کر جاؤ۔

یہ جواب سن کر وہ بہت خوش ہوئے، اگر حق تعالیٰ عقلِ سلیم اور فہمِ کامل کسی کو عطا فرمادیں تو بڑی ہی ان کی رحمت اور نعمت ہے اور بڑا ہی فضل ہے اس بندہ پر جس کو ان نعمتوں سے نوازا جائے۔

ماہِ رواں

عید الفطر

فضائل و احکام

مولانا عبد الرشید طلحہ نعمانی

جب بندہ تیس دن تک لگاتار روزے رکھتا ہے، روزے کے مطلوبہ تقاضے پورے کرتا ہے، قیام اللیل کے ذریعہ تقرب الٰہی کے ذرائع تلاش کرتا ہے، خدمت خلق کے ذریعہ اپنے خالق و مالک کو راضی کرلیتا ہے اور اسی کی عبادت و فرماں برداری میں سارا وقت صرف کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس پیہم محنت وجد و جہد کے بعد اپنی اطاعت شعاری کا ظاہری بدلہ عید الفطر کی شکل میں عنایت فرماتے ہیں۔ مسلمان قوم چوں کہ اپنی مستقل تہذیب و شناخت رکھتی ہے اور اپنے عقائد و نظریات کے لحاظ سے دنیا کی تمام اقوام سے منفرد و ممتاز ہے؛ اس لیے اس کا عید منانے کا انداز بھی سب سے نرالا ہے۔ دیگر اقوام کی عید، محافل ناؤ نوش و رقص و سرود بپا کرنے، دنیا کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں کھوجانے اور شور و غل کے ذریعہ خلق خدا کو تنگ کرنے سے عبارت ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں روح کی لطافت، بدن و لباس کی طہارت اور مجموعی شخصیت کی نفاست کے ساتھ انتہائی عجز و انکسار اور خشوع و خضوع کے ساتھ تمام مسلمانوں کا اسلامی اتحاد و اخوت کے جذبے سے سرشار ہوکر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدۂ بندگی اور نذرانۂ شکر بجالانا عید کہلاتا ہے۔

عید کی خوشیوں کے اصل حق دار کون؟

دنیا کی نظروں میں عید کی مبارک باد کا حق دار ہر وہ شخص ہے جو نیا جوڑا زیب تن کرے، اچھی خوشبو لگائے، بہترین جوتا پہنے اور نماز عید کی ادائیگی کے لیے عیدگاہ کا رخ کرے؛ مگر کیا واقعی صرف اتنا کرلینے سے عید کی حقیقی برکتیں مل جائیں گی؟

نہیں! ہرگز نہیں؛ بل کہ عید کی مبارک باد کے حقیقی مستحق وہ ہیں جنھوں نے مکمل ماہ اس طرح روزے رکھے جس طرح روزہ رکھنے کا حق تھا، قرآنِ مجید کی ہدایت سے اس طرح فائدہ اُٹھایا جس طرح فائدہ اٹھانا مقصود تھا، قیام اللیل کی ویسی فکر کی جیسی فکر مطلوب تھی اور تزکیہ نفس و تطہیر قلب کے ذریعہ خود کو ایسے آراستہ کیا جیسے آراستہ ہونے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ کسی دانشور نے اس کی بہت خوب مثال دی اور

نہایت عمدہ پیرائے میں یوں رقم کیا کہ:

اگر کسی شخص نے رمضان کے زمانے میں روزے کی اس کیفیت (تقوی اللہ) کو اپنے اندر جذب کیا ہے تو وہ حقیقت میں مبارک باد کا مستحق ہے، اور اس سے زیادہ مبارک باد کا مستحق وہ شخص ہے جو مہینے بھر کی اس تربیت کے بعد عید کی پہلی ساعت ہی میں اسے اپنے اندر سے اُگل کر پھینک نہ دے بلکہ باقی 11 / مہینے اس کے اثرات سے فائدہ اُٹھاتا رہے۔

عید الفطر کے فضائل:

۱۔ عید الفطر کا دن انعام کا دن ہے: جس طرح عید الفطر کی رات کو "لیلة الجائزہ" کہا جاتا ہے اِسی طرح عید الفطر کے دن کو حدیث میں "یوم الجوائز" "انعامات ملنے والا دن" کہا جاتا ہے؛ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ پورے مہینے کا انعام دے رہے ہوتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مَروی ہے: کہ عید الفطر کا دن "یوم الجَوائز" یعنی انعام ملنے والا دن ہے۔ (کنز العمال)

۲۔ عید الفطر مسلمانوں کا مذہبی تہوار اور مسرت کا دن ہے: نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: بے شک ہر قوم کے لئے عید کا ایک دن ہوتا ہے اور یہ ہمارے لیے عید کا دن ہے۔ (بخاری) اس لیے اس دن ہر مسلمان کو فرحاں وشاداں رہنا چاہیے!

۳۔ اللہ کی رضا ومغفرت اور دعاء کی قبولیت کا دن ہے، عید الفطر کا دن اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا وخوشنودی، مغفرت وبخشش اور بندوں کی دُعاؤں کی قبولیت کا دن ہے۔

احادیثِ طیّبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عید الفطر کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے حساب نوازتے اور اُن پر عنایات کی بارش کرتے ہیں، چنانچہ درج ذیل ایک طَویل حدیث میں اِس کی تفصیل منقول ہے، ملاحظہ فرمائیں:

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں، وہ زمین میں اُتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کی امّت! اس کریم رب کی (بارگاہ) کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے بڑے

قصور کو معاف فرمانے والا ہے، پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں: کیا بدلہ ہے اُس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو، وہ عرض کرتے ہیں: ہمارے معبود اور ہمارے مالک! اُس کا بدلہ یہی ہے کہ اُس کی مزدوری پوری پوری دیدی جائے، تو اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں: اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے اُن کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔

پھر بندوں سے خطاب کرتے ہوئے اِرشاد ہوتا ہے: اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزّت کی قسم، میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے وہ میں عطا کروں گا اور جو اپنی دنیا کے بارے میں سوال کرو گے اُس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا، میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا اور ان کو چھپاتا رہوں گا، میری عزّت کی قسم! اور میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں اور کافروں کے سامنے رسوا اور ذلیل نہ کروں گا، بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔

پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو امّت کو افطار کے دن (رمضان کے ختم ہونے کے دن) ملتا ہے، خوشیاں مناتے ہیں اور خوش ہو جاتے ہیں۔ (شعب الایمان)

عید الفطر کے مسنون اعمال:

۱۔ شریعت کے موافق اپنی آرائش کرنا۔
۲۔ غسل کرنا۔
۳۔ مسواک کرنا۔
۴۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔
۵۔ خوشبو لگانا۔
۶۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔
۷۔ عیدگاہ جلد جانے کی فکر کرنا۔
۸۔ عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز مثل چھوہارے وغیرہ کھانا۔
۹۔ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا۔
۱۰۔ عید کی نماز عیدگاہ میں جا کر پڑھنا۔
۱۱۔ جس راستے سے جائے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔
۱۲۔ پیدل جانا۔
۱۳۔ راستے میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا۔

نماز عید الفطر کا طریقہ:

سب سے پہلے نیت کرلے یعنی دل میں ارادہ کرلے اور اگر موقع ہو تو زبان سے بھی کہہ لے کہ میں دو رکعت واجب نماز عید کی، چھ واجب تکبیروں کے ساتھ پڑھتا ہوں اور مقتدی، امام کی اقتداء کی بھی نیت کرے۔ نیت کے بعد تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر ناف کے نیچے باندھ لے اور سبحانک اللھم آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے اور دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دے اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر توقف کیا جائے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔ ہاتھ باندھنے کے بعد امام اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے اور مقتدی خاموش رہے پھر رکوع سجدہ کے بعد دوسری رکعت میں پہلے امام فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور اس کے بعد رکوع سے پہلے تین مرتبہ پہلی رکعت کی طرح تکبیریں کہی جائیں۔ اور تیسری تکبیر کے بعد بھی ہاتھ نہ باندھے جائیں، پھر ہاتھ اٹھائے اور پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کیا جائے مقتدی بھی امام کے ساتھ ہاتھ اٹھا اٹھا کر تکبیر کہے اور باقی نماز دوسری نمازوں کی طرح پوری کی جائے۔ (مراقی الفلاح) چونکہ عموماً ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لیے نماز عید کے بعد تو دعا مانگنا مسنون ہوگا مگر خطبہ کے بعد مسنون نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ)

امام نماز کے بعد دو خطبے پڑھے۔ خطبہ کو تکبیر سے شروع کرے۔ پہلے خطبہ میں نو مرتبہ تکبیر کہے اور دوسرے خطبہ میں سات مرتبہ اور دونوں خطبوں کے درمیان خطبہ جمعہ کی طرح اتنی دیر تک بیٹھے جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔ عید الفطر کے خطبہ میں صدقہ فطر کے احکام بیان کئے جائیں بہتر یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھائے خطبہ بھی وہی پڑھے۔ (درمختار) بہت سے لوگ نماز عید کے بعد خطبہ کو غیر ضروری سمجھتے ہیں حالاں کہ اس کی بھی نماز کی طرح بہت زیادہ اہمیت ہے، اس کا اہتمام بھی کرنا چاہیے۔

نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد ایک دوسرے کو مبارک باد دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جس کسی سے ملاقات ہو اس سے یہ کہے: تقبل اللہ منا ومنکم یعنی اللہ ہمارے اور تمہارے اعمال کو شرف قبول بخشے۔ (مجمع الزوائد)

واقعات الفتاویٰ

فتاوی مظاہر علوم

مفتی بشیر احمد سہارنپوری
معین مفتی دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور

چکی سے گیہوں دے کر آٹا لینے کا حکم :

بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ راشن ڈپو سے گیہوں لے کر اس کو چکی والے کو دیدیتے ہیں اور اس سے اس کے عوض اتنا ہی آٹا لے لیتے ہیں اور پسائی کی مد میں اس کو کچھ رقم بھی ادا کرتے ہیں۔

شرعی رو سے یہ صورت ناجائز ہے، کیوں کہ حضرات فقہاء نے آٹا اور گیہوں کو ایک جنس قرار دیا ہے، اس وجہ سے ان کا تبادلہ علّتِ ربا (جنس وقدر) کے تحقق کی وجہ سے نقد اور برابری کے ساتھ ضروری ہے، مذکورہ صورت میں معاملہ تو اگرچہ نقد ہوتا ہے لیکن چکی والا پسائی کی مد میں اضافی قیمت بھی وصول کرتا ہے، جس کی وجہ سے برابری کی شرط مفقود ہوجانے کے سبب یہ معاملہ ناجائز ہے اور یہ اضافی رقم شرعاً سود ہے۔

وعلته القدر والجنس، فحرم الفضل والنساء بهما... لا (لا يصح)، بيع البر بالدقيق أو بالسويق (كنز الدقائق/ ص ۲۴۷)

البتہ اس معاملہ کی درجِ ذیل صورتیں جائز ہیں:

(۱) چکی والے کو گیہوں دے کر ان کا آٹا پسوایا جائے اور جب پس جائے تو پھر وہی آٹا لے لیا جائے اور چکی والے کو پیسنے کی اجرت دیدی جائے۔

اس صورت میں چوں کہ چکی والے سے گیہوں پسوا کر اس کی اجرت ادا کی گئی، تو یہ اجارہ کا معاملہ ہوا، جو جائز ہے۔

(۲) پہلے گیہوں قیمت کے عوض چکی والے کو فروخت کردئے جائیں، پھر جو قیمت بنے اس کے عوض آٹا خرید لیا جائے، (چوں کہ آٹا گیہوں کی بنسبت مہنگا ہوتا ہے اس لئے وہ کم ملیگا)۔

اس صورت میں گیہوں کا تبادلہ پیسے سے، اور پھر پیسے کا آٹا سے تبادلہ ہوا تو یہ دو معاملے ہوئے، اور ہر معاملہ

میں مبیع وثمن مختلف الجنس ہیں اس لئے کمی بیشی کے باوجود یہ معاملہ جائز ہوگا، نیز چوں کہ فقہاء کرام نے ثمن پر قبضہ سے پہلے اس میں تصرف کی اجازت دی ہے، اس لئے ثمن پر قبضہ سے پہلے اس کے عوض آٹا لینے میں کچھ حرج نہیں۔

وصح التصرف في الثمن قبل قبضه (كنز الدقائق/ص ٢٤٧).

(۳) چکی والا گیہوں کی مقدار سے کچھ زائد آٹا دے، مثلاً دس کلو گیہوں اور دس روپے چکی والے نے لئے، تو وہ مثلاً ساڑھے دس کلو آٹا دے۔

یہ صورت جائز ہوگی، کیوں کہ اس صورت میں دس کلو گیہوں دس کلو آٹے کا عوض اور دس روپے آدھی کلو آٹے کا عوض قرار پائیں گے، لہٰذا گیہوں اور آٹے میں برابری کے تحقق کی وجہ سے معاملہ جائز شمار ہوگا۔

نیز اگر چکی والا زائد آٹے کی قیمت بھی گیہوں والے سے وصول کرلے، مثلاً اسی صورت میں گیہوں والے سے دس کے بجائے بیس روپے وصول کرلے تو بھی جائز ہے۔

خونخوار کتوں کے مارنے کا حکم:

جو کتے خونخوار ہوجائیں اور آنے جانے والوں کو کاٹنے لگیں تو انسانوں کی جان کی حفاظت کے پیشِ نظر شرعاً اجازت ہے کہ ایسے کتوں کو کسی طرح مار دیا جائے، مثلاً ان کو پکڑ کر ذبح کردیا جائے، یہ دشوار ہو تو زود اثر زہر دیدیا جائے وغیرہ۔

وجاز قتل ما يضر منها ككلب عقور وهرة تضر (ويذبحها) أي: الهرة (ذبحا) ولا يضر بها لأنه لا يفيد، ولا يحرقها. قوله: "ويذبحها" الظاهر أن الكلب مثلها. (درمختار، وشامی سعیدیہ ۶/ ۷۵۲)۔

ریبونڈنگ، تھریڈنگ اور ویکس کا حکم:

ریبونڈنگ (گھنگریالے بال سیدھا کرانا) تھریڈنگ (رخسار وابرو کے زائد بال صاف کرنا) اور ویکس (ہاتھوں اور ٹانگوں کے بال صاف کرانا) جائز ہے، البتہ اصل ابرو باریک کرانا درست نہیں ہے، اسی طرح ران جو ستر میں داخل ہے مرد عورت دونوں کے لئے کسی اور سے اس کے بال صاف کرانا جائز نہیں ہے۔

ولا بأس بأخذ الحاجبين، وشعر وجهه ما لم يتشبه بالمخنث.

(ہندیہ ۴/ ۲۳۹) (فتاوی رشیدیہ ص ۵۹۰/ بہشتی گوہر ص ۱۸۱)۔

سرگزشتِ مطالعہ

''تاریخ خیرآباد اور تذکرہ علماء ودانشوران''

حافظ محمود ضیاء بن مولانا ضیاء الحق صاحب خیرآبادی

محلہ اتراری خیرآباد، مئو یوپی

خیرآباد ضلع مئو (یہ صراحت اس لئے کہ علمی دنیا میں معروف اسی نام کا قصبہ ضلع سیتاپور میں ہے) ہزار سال پرانا کوئی قدیم قصبہ نہیں ہے بلکہ آج سے تین سو سال پہلے راجہ خیر اللہ شاہ مانک پوریؒ کے ذریعہ آباد کی گئی ایک بستی ہے، اس کی خاص بات یہ ہے کہ یہ اپنے ابتدائی دوسو سال تک علم وآگہی کی روشنی سے محروم رہا اور یہاں علم ودین کی شمع آج سے ایک صدی قبل روشن ہونا شروع ہوئی اور اس کی روشنی اس قدر تیزی سے بڑھی کہ آج اس چھوٹے سے گاؤں میں سینتیس (۳۷) مساجد، چھ مدارس، تین عصری درسگاہیں، چار امام باڑے اور پانچ پبلک لائبریریاں موجود ہیں، جو یہاں کی علمی ودینی رونق کی گواہی دے رہی ہیں، انہیں چیزوں کی بدولت خیرآباد آج تعلیم وتربیت، تہذیب وتمدن، صنعت وتجارت، قیادت وسیاست میں مشرقی یوپی میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے، اسی طرح اس گاؤں میں اتنی قلیل مدت میں علماء وصلحاء، شعراء وادباء، سیاست داں ودانشور اور عصری علوم کے ماہرین کی ایک قابل ذکر تعداد نظر آتی ہے، اس میں بعض حضرات ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنی غیر معمولی قابلیت وصلاحیت اور لیاقت کی بنا پر علمی دنیا میں اپنی ایک شناخت اور پہچان بنائی اور عزت وشہرت کی چوٹیوں تک پہونچے۔

ایسے علمائے کرام میں ملک کے معروف ومشہور فقیہ، چوبیس چھوٹی بڑی کتابوں [جس میں المسك الشذی شرح ترمذی جیسی اہم کتاب بھی شامل ہے جو گیارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے] کے مصنف، دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب خیرآبادی مظاہری۔ علم حدیث کی دنیا کی ایک ممتاز شخصیت، پندرہ کتابوں کے مصنف، تین کتابوں کے محقق، پروفیسر وچیر ہولڈر اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی ملیشیا مولانا ڈاکٹر محمد ابواللیث صاحب خیرآبادی۔ اشاعت العلوم اکل کوا کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد سلیمان صاحب شمسی جیسے

آسمان علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔آج کل مشاعروں اور جلسوں کی دنیا میں اپنے بے مثال گلے اور آواز سے لاکھوں کو اپنا اسیر بنانے والے دل خیرآبادی کا تعلق بھی اسی گاؤں سے ہے۔لیکن اس گاؤں کے اکثر علماء، شعراء، ادباء، خطباء اور عصری تعلیم یافتہ نے عزت وشہرت کونظرانداز کرکے گم نامی میں رہ کر اپنے ذوق علمی کو پروان چڑھایا اور دینی، علمی، تعلیمی اور رفاہی خدمات انجام دیں، ایسے حضرات کی ایک طویل فہرست ہے۔

انہیں خصوصیات و امتیازات کی بناء پر ضرورت تھی کہ یہاں کی ایک مکمل تاریخ اور علماء و دانشوروں کے تذکروں کو سلیقے کے ساتھ مرتب کرکے اہل علم واصحاب مطالعہ کے ہاتھوں میں پیش کرکے دنیا کو اس گاؤں کی دینی ،علمی ،شعری ،ادبی، تہذیبی اور ثقافتی خدمات سے روشناس کرایا جائے ،اوراس سلسلہ میں ۲۰۱۲ء میں مولانا عبداللہ خالد صاحب قاسمی خیرآبادی مدیر تحریر ماہنامہ مظاہرعلوم سہارنپور نے اس گاؤں کے بارے میں بہت سی منتشر معلومات اکٹھا کرکے اڑتالیس صفحات پر مشتمل ایک رسالہ ’’آئینۂ خیرآباد‘‘ شائع کیا تھا ،جس کا اجراء مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ [مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند] کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا،مگر اس رسالہ میں بہت سی باتیں نہیں آسکی تھیں، اور اس کو مزید اضافات کے ساتھ شائع کرنے کی ضرورت تھی ،جس کا خیال مصنف اور اہل خیرآباد کو برابر آتا رہا، مگر مصنف کی مصروفیت ومشغولیت کی وجہ سے اس سلسلہ میں کوئی پیش رفت نہ ہوسکی۔

ہر کام کا منجاب اللہ ایک وقت مقرر ہوتا ہے،نومبر ۲۰۲۰ء میں ایک مرتبہ پھر دلوں کی یہ بات زبان پر آئی کہ خیرآباد کی ایک مبسوط تاریخ اور یہاں کے علماء کا تذکرہ آنا چاہئے، تو خیرآباد کی دو عظیم علمی شخصیت اور اس سرزمین کے قابل فخر عالم دین مولانا ڈاکٹر محمد ابواللیث صاحب اور مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی خیرآبادی نے اس جانب توجہ مرکوز کی، اورانہوں نے مولانا عبداللہ خالد صاحب قاسمی خیرآبادی کو آئینۂ خیرآباد میں مزید اضافہ کرنے کے لئے اور والد محترم مولانا ضیاء الحق صاحب خیرآبادی کو تذکرۂ علماء ودانشوران لکھنے کے لئے مامور کیا، یہ دونوں حضرات خیرآباد کے ممتاز عالم دین ،صاحب علم ومطالعہ، مدرسہ منبع العلوم کے ممتاز طالب علم ،معروف ادیب وقلم کار اور مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی کے ممتاز تلمیذ رشید اور تربیت یافتہ ہیں، یہ دونوں حضرات اس اہم کام میں لگ گئے، اور بے پناہ کوشش وجدوجہد اور تحقیق وجستجو کے بعد ایک سال کی قلیل مدت میں اس عظیم علمی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جوان کی متحرک وفعال اور علمی وقلمی شخصیت کا بین ثبوت ہے۔اوراب یہ علمی کاوش زیور طباعت سے آراستہ ہوکر اصحاب علم وفن کے ہاتھوں میں ہے۔

اس طویل تمہید کے بعد تعارف کتاب ملاحظہ فرمائیں :

یہ کتاب مولانا ڈاکٹر محمد ابو اللیث صاحب خیر آبادی کی سرپرستی اور مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی خیرآبادی کی نگرانی میں لکھی گئی ہے، اور اس سلسلہ میں مواد کی فراہمی ہو یا علمی رہنمائی، طباعت کی مشکلات ہوں یا مؤلفین کی حوصلہ افزائی، یا اس سلسلہ میں جیسی بھی ضرورت سامنے آتی رہی ہر جگہ یہ دونوں حضرات پیش پیش رہے اور اس سلسلہ میں ان حضرات کی قربانیاں ناقابل فراموش ہیں، ان کی انہیں قربانیوں کے اظہار کے لئے کتاب کے سکنڈ ٹائٹل پر ان حضرات کے بھی نام موجود ہیں۔ کتاب کا آغاز اس کے سرپرست مولانا ڈاکٹر محمد ابو اللیث صاحب خیر آبادی کے کلمات تشجیع سے ہوتا ہے، اس کے بعد مؤلف تاریخ خیر آباد کے والد محترم، بہترین ادیب و شاعر مولانا فضل حق صاحب عارف خیر آبادی کا منظوم کلمات تبریک ہے، پھر مؤلف تاریخ خیر آباد مولانا عبد اللہ خالد صاحب قاسمی خیر آبادی کا تین صفحات پر مشتمل پیش لفظ، اس کے بعد مؤلف تذکرۂ علماء و دانشوران خیر آباد مولانا ضیاء الحق صاحب خیر آبادی کا آٹھ صفحات پر مشتمل جاندار علمی مقدمہ ہے جس میں اس طرح کے تذکروں کی اہمیت اور ان کی مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے، اور اخیر میں مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی کا تعارف مؤلفین ہے، جس میں مولانا نے اپنے منفرد اور دلچسپ اسلوب میں اس کتاب کے بارے میں اظہار خیال کے بعد دونوں مؤلفوں کا مفصل تعارف اور حالات لکھے ہیں، مولانا کا یہ تعارف مؤلفین گیارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان حضرات کی تقاریظ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے، یہ کتاب ۴۴۰ صفحات اور دو حصوں پر مشتمل ہے، حصۂ اول ''تاریخ خیر آباد'' اور حصۂ دوم ''تذکرۂ علماء و دانشوران'' کے نام سے موسوم ہے، فہرست اور مقدمہ اور تمہیدی کلمات کے علاوہ حصہ اول سو صفحات پر مشتمل ہے، اور حصہ دوم تین سو صفحات پر۔ حصۂ اول کے مشمولات کا کچھ اندازہ کتاب کے درج ذیل عناوین سے ہوتا ہے:

(۱) خیر آباد: ایک تاریخی جائزہ (۲) ماضی کے کچھ اہم واقعات (۳) شعر و ادب (۴) علم اور علماء (۵) مدارس (۶) مساجد (۷) امام باڑے (۸) دعوت و تبلیغ (۹) لائبریریاں (۱۰) جدید عصری تعلیم (۱۱) تحریک آزادیٔ ہند میں حصہ (۱۲) کھیل کا ذوق (۱۳) دینی و ملی اور سماجی و رفاہی خدمات میں سرگرم نوجوان

اس میں سب سے طویل باب لائبریریوں کا ہے جو تیس صفحات پر مشتمل ہے اور سب سے مختصر باب دینی و ملی کاموں میں سرگرم نوجوانوں کا ہے جو دو صفحات پر مشتمل ہے، لیکن پھر بھی تمام ابواب تحقیقات و معلومات کے اعتبار سے مکمل ہیں، اور ان عناوین پر نظر ڈال کر قاری ایک نگاہ میں خیر آباد سے سرسری طور پر واقف ہوجاتا ہے،

چاہے وہ تاریخی معلومات و واقعات ہو یا شعر و ادب، دعوت و تبلیغ، مساجد و مدارس اور عصری اسکولوں کا تعارف ہو، تحریک آزادی میں باشندگان خیرآباد کا ذوق ہو! غرض خیرآباد سے متعلق تمام معلومات اس کتاب میں موجود ہیں۔

اس کتاب کا حصۂ دوم ’’تذکرۂ علماء و دانشوران خیرآباد‘‘ ہے، جس کے مصنف والد محترم مولانا ضیاء الحق صاحب خیرآبادی ہیں، اس میں ایک سو اکیاون علماء کرام، دس شعراء و دانشوران اور دس عصری تعلیم یافتہ حضرات کے تذکرے شامل ہیں، جن کا صرف نام لکھنا بھی اس مضمون کی طوالت کا سبب ہوگا۔ اس کتاب کے شروع میں مصنف کتاب کا ایک صفحہ پر مشتمل مضمون ’’کتاب سے پہلے‘‘ ہے، جس میں اس حصہ سے متعلق بہت سی ضروری معلومات ہیں، اس حصہ کے مطالعہ سے پہلے اس مضمون کا مطالعہ کرنا ضروری ہے، اِس حصہ میں بہت سے جدید فضلاء کے تذکرے دو تین سطروں میں بھی ہیں۔ اس حصہ میں قدیم علماء (چاہے باحیات ہوں یا انتقال کر گئے ہوں) کے بارے میں مصنف نے نہایت تحقیق و جستجو سے کام لیا ہے، اس میں جتنے بھی حضرات کا تذکرہ شامل ہے، سب کی تاریخ ولادت و وفات، تعلیمی مراحل اور فراغت کے بعد کے مشاغل کا لازماً ذکر کیا گیا ہے، جو مصنف کے تلاش و جستجو اور تحقیقی ذوق کا آئینہ دار ہے، اس کے علاوہ تمام شعراء کے تذکرے میں ان کے کلام کو بطور نمونہ شامل کیا گیا ہے، جس سے یہاں کے شعراء کے اعلیٰ شعری ذوق کا پتہ چلتا ہے۔

بہر حال یہ کتاب خیرآباد کے دو فاضل نوجوانوں کا ایک گراں قدر علمی، تحقیقی اور تاریخی کارنامہ ہے، جس میں تین سو سال کی اب تک کی تاریخ سلیقہ کے ساتھ مرتب کی گئی ہے، مگر تاریخ کبھی مکمل نہیں ہوتی وہ زندگی کے ساتھ آگے بڑھتی ہے، وقت گزرنے کے ساتھ اس میں اضافات ہوتے رہتے ہیں، نئی نئی کہانیاں جنم لیتی ہیں جو تاریخ کا حصہ بنتی جاتی ہیں، مجھے امید ہے کہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن بہت سی کمیوں کا ازالہ کردے گا جس کا احساس مؤلفین کو ہے کہ تمامتر تحقیق و جستجو کے باوجود بہت سی اہم معلومات اور بہت سی قابل اعتبار شخصیات کا ذکر نہیں آسکا ہے۔

اس کتاب کے دونوں مؤلفین ملک کے ممتاز اردو رسالوں کے اڈیٹر بھی ہیں، رفیق درس اور علمی رفیق بھی! انہیں وجوہات کی بناء پر یہ کتاب بھی ان حضرات کی شستہ و شگفتہ اور رواں دواں اسلوب تحریر کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے اور خیرآباد پر ایک احسان عظیم بھی، جس پر ان حضرات کی جتنی قدردانی، خراج عقیدت اور داد دی جائے کم ہے۔

یہ کتاب مکتبہ ضیاء الکتب خیرآباد ضلع مئو (موبائل 9235327576) سے طلب کی جاسکتی ہے۔

اخبارِ مظاہر

مرتب : عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

اعتکاف کرنے والوں کی آمد

مظاہر علوم کی مسجد جس میں رمضان ۱۳۸۵ھ/ دسمبر ۱۹۶۵ء سے قطب عالم حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ نے اعتکاف کرنا شروع کیا اور خانقاہ خلیلیہ کے تمام تر معمولات اسی مسجد میں ماہ رمضان میں انجام پانے لگے ، یہ محمود سلسلہ اٹھاون سال گزرنے کے بعد بھی بغیر کسی انقطاع (صرف کرونا کے سال میں دشواریوں کی وجہ سے یہاں اعتکاف کا معمول باقی نہ رہ سکا) کے اب تک جاری ہے، امسال بھی ملک کے گوشہ گوشہ سے سیکڑوں لوگ ماہ مبارک کے اعتکاف کے لئے مظاہر علوم تشریف لائے ،اور خانقاہ خلیلیہ کا پورا نظام حضرات اکابر (حضرت شیخ محمد زکریا مہاجر مدنیؒ، پیر طریقت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ، مولانا سید محمد سلمانؒ) کے معمولات کے ساتھ خانقاہ کے جانشین مولانا سید محمد عثمان ابن مولانا سید محمد سلمان نے مظاہر علوم کے امین عام مولانا سید محمد شاہد الحسنی نیز مظاہر علوم کے شیخ الحدیث اور ناظم مولانا سید محمد عاقل کی سرپرستی میں پورے کرائے ،روزانہ کی مجلس وعظ میں مظاہر علوم کے صدر مفتی مولانا مفتی مقصود احمد، نائب ناظم مولانا مفتی سید محمد صالح، معین مفتی مولانا مفتی بشیر احمد و دیگر اساتذہ کے بیانات ترتیب کے مطابق پورے ماہ ہوتے رہے جس سے خلقِ خدا کو کافی فائدہ ہوا۔

حضرت شیخ کے زمانۂ حیات سے یہاں ایک عشرہ میں ایک کلام پاک تراویح میں معمول ہے، چنانچہ امسال پہلے عشرہ میں مولانا محمد سلمان مرحوم کے فرزند مولانا مفتی محمد عمر نے کلام پاک سنایا، اختتامی بیان ودعا حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی کے فرزند مولانا محمد ازہر مدنی کا ہوا، دوسرا کلام پاک مولانا مفتی محمد ناصر ابن مولانا وارث علی سیتاپوری (خلیفہ حضرت شیخؒ) نے اور تیسرا کلام پاک مولانا حافظ محمد انس ابن مفتی محمد خالد نے پڑھا۔

مظاہر علوم کی وسیع وعریض مسجد نماز تراویح کی ادائیگی کرنے والوں سے بھری رہتی ہے، پورے ماہ اعتکاف کرنے والے مہمانوں کا اوسط دو سو کے قریب رہا۔

تین جدید شعبوں (تخصص فی التفسیر، تخصص فی القراءت، شعبۂ کمپیوٹر) کا آغاز

گذشتہ سنین میں مدرسہ مظاہرعلوم میں تخصص فی الحدیث، تخص فی الادب العربی اور شعبۂ تحفظ ختم نبوت قائم کئے گئے جواب تک الحمدللہ بڑی نیک نامی اور مقبولیت کے ساتھ متواتر ترقی کر رہے ہیں، ترقی کی اِس رفتار کو بڑھاتے ہوئے مظاہرعلوم کی مجلس شوریٰ نے اپنے حالیہ اجلاس منعقدہ ۸ر شعبان ۱۴۴۳ھ/ ۱۲ر مارچ ۲۰۲۲ء تخصصات کے مزید تین شعبے (تخصص فی التفسیر، تخصص فی القراءت، شعبۂ کمپیوٹر) قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے، ان شاءاللہ شوال ۱۴۴۳ھ/مئی ۲۰۲۲ء میں اِن سب کا آغاز ہوجائے گا۔

مجلس تعلیمی مدرسہ مظاہرعلوم نے ان شعبہ جات کے لئے مندرجہ ذیل اصول وضوابط منظور کئے ہیں۔

تخصص فی التفسیر کے اصول وضوابط

۱- فارغین دورۂ حدیث (جو ۸۰ ''اسّی'' فیصد نمبرات سے امتحان سالانہ میں کامیاب ہوں) ہی اس شعبہ میں داخلہ کے مجاز ہونگے۔

۲- اس شعبہ میں داخل طلبہ کی تعداد کل بیس ہوگی، بوقت ضرورت تقابلی نمبرات کالحاظ ہوگا۔

۳- داخلہ کے لئے جلالین شریف اور بیضاوی کا امتحان اور دونوں میں کامیابی شرط ہوگی۔

۴- اسی طرح تجوید کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے اور حسنِ تحریر میں کامیابی ضروری ہوگی۔

۵- ہر متخصص کے لئے اساتذہ کی جانب سے متعین کردہ عنوانات پر پورے سال میں دو مقالے لکھنے ضروری ہونگے اور ان کی تکمیل پر ہی سندِ تخصص جاری کی جائے گی۔

تخصص فی القراءت کے اصول وضوابط

۱- اس شعبہ کا نصاب تعلیم دوسالہ ہوگا۔

۲- اس شعبہ میں داخلہ کے لئے فاضلِ درسِ نظامی یا کسی بھی معتمد ادارہ کا فارغ اور امتحان سالانہ میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہونا ضروری ہوگا۔

۳- داخلہ کے خواہشمند کا حافظ قرآن ہونا یا کم ازکم تجوید کی رعایت کے ساتھ پورا قرآن

حدراً پڑھنے پر قادر ہونے کے ساتھ آخری منزل کا اتنا پختہ حفظ ہونا کہ تدویراً بلا تکلف کہیں سے بھی پڑھ سکے؛ ضروری ہوگا۔

۴— بوقت داخلہ علم تجوید اور قراءت سبعہ کے پورے نصاب کا امتحان دینا اور اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

نصاب تخصص فی القراءت (سال اول)

۱— سال اول میں قراءت سبعہ اور قرآن کریم کے ابتدائی بیس پاروں کا اجراء کرایا جائے گا اور جو بغیر حاشیہ والے قرآن پاک سے ہوگا۔ نیز حضرت تھانویؒ کی تالیف ''تنشیط الطبع'' نیز التیسیر اور شاطبیہ مکمل طور سے پڑھائی جائیں گی۔

۲— سال اول کے مطالعہ میں یہ کتابیں لازمی ہونگی۔ معرفۃ الرسوم، معلم الاداء فی الوقف والابتداء اور ایسی کوئی کتاب جس میں فن تجوید وقراءت کی تاریخ لکھی گئی ہو۔

نصاب تخصص فی القراءت (سال دوم)

(۱) اس سال مندرجہ ذیل کتابیں بطور درس پڑھائی جائیں گی۔

۱— الطیبۃ النشر ۲— الدرر المضیئۃ ۳— عقیلہ ۴— اجراء عشرہ سورۂ بقرہ مکمل اور پارۂ عم مکمل، نیز اجراء سبعہ میں آخری دس پارے

(۲) سال دوم میں مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ میں رکھی جائیں گی۔

۱— الوجوہ المسفرہ ۲— اتحاف فضلاء البشر ۳— منار الہدیٰ

۴— شرح شاطبیہ از مولانا قاری اظہار احمد تھانویؒ فاضل مظاہر علوم

نوٹ: ان دونوں شعبوں کے لئے مجلس تعلیمی کوئی اور ضابطہ مقرر کرتی ہے تو اس کی اطلاع ایام داخلہ میں کردی جائے گی۔

مجلس تعلیمی کے متعین کردہ اِن اصول وضوابط کے معیار پر جو طلبہ پورے اتریں گے صرف انھیں کا داخلہ ہوگا، اس لئے جن کے پاس مطلوب معیار نہیں ہے وہ آنے کا ارادہ نہ کریں۔

داخلہ کے تعلق سے ضروری اعلان

- تمام قدیم طلبہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ ۱۳؍تا۱۶؍شوال ۱۴۴۳ھ مدرسہ حاضر ہوکر اپنے داخلہ کی کارروائی مکمل کریں، اس سے پہلے مدرسہ نہ آئیں، طلبۂ عزیز اس کا خیال رکھیں۔
- فارسی تا ہفتم عربی کے لئے درخواست داخلہ جدید طلبہ کے لئے ۸؍تا۱۰؍شوال ۱۴۴۳ھ دی جائیں گی اور اسی دوران امتحان داخلہ ہوگا ان شاء اللہ
- دورۂ حدیث شریف کے لئے جدید طلبہ کو ۱۳؍اور ۱۴؍شوال ۱۴۴۳ھ میں درخواست داخلہ اور اجازت نامہ کی تقسیم ہوگی، ۱۵؍شوال بوقت صبح آٹھ بجے امتحان داخلہ کے لئے اجازت نامہ طلبہ کو واپس کیا جائے گا، غیر حاضر طلبہ امتحان داخلہ میں شرکت کے مجاز نہیں ہونگے۔
- دورۂ حدیث کے لئے امتحانِ داخلہ ۱۸؍۱۹؍مئی ۲۰۲۲ء/ ۱۶؍۱۷؍شوال ۱۴۴۳ھ بدھ و جمعرات میں ہوگا۔ ان شاء اللہ
- تخصصات کے شعبوں کے لئے درخواست داخلہ ۱۳؍تا۱۶؍شوال ۱۴۴۳ھ دی جائیں گی، داخلہ کے خواہشمند طلبہ اس سے پہلے مدرسہ نہ آئیں۔
- جدید طلبہ کے لیے سابق مدرسہ کی تصدیق اور امتحان سالانہ میں حاصل کردہ نمبرات کی مارک شیٹ امتحان داخلہ کے لئے شرط ہے۔ اس کے بغیر امتحان داخلہ نہیں ہوگا۔

  نیز تمام طلبہ کے لئے اپنا اور اپنے والد کا آدھار کارڈ ساتھ لانا ضروری ہے۔
- سرحدی علاقوں (جموں کشمیر، ویسٹ بنگال، منی پور، تری پورہ، آسام وغیرہ اور ان کے آس پاس) کے طلبہ وطنی تصدیق نامہ (ایفیڈ یوٹ AFFIDAVIT) بھی ضرور ساتھ لائیں اس کے بغیر داخلہ کی تکمیل نہیں ہوگی۔

اس سلسلہ میں کسی کو مہلت نہیں دی جائے گی جو طلبہ مطلوبہ کاغذات حاصل نہ کرسکیں وہ مدرسہ میں آکر اپنا اور اہل مدرسہ کا قیمتی وقت ضائع نہ کریں ان کا داخلہ نہیں ہوگا۔

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.

URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR



MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR 247001(U.P.)INDIA

PH:0132-2655542

E-Mail: jamiamazahir@gmail.com